

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تحفہ پیش کشی وئی - صاحبزادہ حضرت  
آغا عبدالوحید جان سرھندی بخاری بی مودہ  
لقرب دستار فضیلت دی .

پیر سلیم احمد جان ولد ظہیر سلطان  
احمد جان سرھندی - تہذیب - داد

۱۹۸۶ - ۱۱ - ۶

میرزا خانی بخش  
جو مرقوم ۹۱

۶۵۱

Handwritten text at the top of the page, possibly a title or header, in a cursive script.

Handwritten text in the upper middle section, appearing to be a list or a series of notes.

Handwritten text in the middle section, featuring a mix of blue and yellow ink, possibly indicating different categories or dates.

Handwritten text at the bottom right corner, possibly a signature or a date.

صُحُفٌ مُّطَهَّرَةٌ فِيهَا كُتِبَ قِيمَةٌ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
اگر آید پس پرفتنه تقدیر پدید

یعنی

اردو ترجمہ

# مکتوبات امام ربانی

حضرت مجدد الف ثانی ایشیخ احمد سرہندی قدس سرہ

دفتر دوم ————— حصہ دوم

تصحیح و حواشی و ترجمہ

مولانا محمد سعید احمد صاحب نقشبندی

خطیب امام مسجد حضرت انا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

مدینہ پیشنگ کمپنی - بندر روڈ کراچی



(جملہ حقوق ترجمہ حق ناشر محفوظ ہیں)

طبع اول \_\_\_\_\_ آفٹ ایڈیشن \_\_\_\_\_ ۱۹۷۲ء

طابع و ناشر: \_\_\_\_\_ مدینہ پیشنگ کمپنی بندر روڈ کراچی

مطبع: \_\_\_\_\_ مشہور آفٹ پریس کراچی

تعداد: \_\_\_\_\_ دو ہزار (۲۰۰۰)

قیمت: \_\_\_\_\_ حصہ ہفتم، ہشتم، نہم {  
مجلد معہ پالشنگ کور

65 77

ملنے کا پتہ

مدینہ پیشنگ کمپنی - بندر روڈ کراچی (پاکستان)

# فہرست مضامین حصہ ہفتم از مکتوبات مجدد الف ثانی علیہ السلام

صفحہ

مضمون

صفحہ

مضمون

- ۱۹ - ہے۔ اور علمائے راغبین کی علامت اور سنت کا متا بہت کا التزام اور بدعت سے پرہیز جو بدعت نبوی ہو۔ اور یہ معنی آج کل مشکل ہے۔ اور علمائے وقت کی خدمت اور ان کی تفرید کے بیان میں۔ ۲۵
- ۲۰ - مکتوب نمبر ۵۱ :- اس بیان میں کہ بعض کا مین سے خدا تعالیٰ بلا واسطہ گفتگو فرماتے ہیں۔ ۱۹
- ۲۱ - مکتوب نمبر ۵۲ :- اس طائفہ علیہ کی محبت کی ترغیب میں۔ ۲۰
- ۲۲ - مکتوب نمبر ۵۳ :- اس سوال کے جواب میں کہ اگر میں عبادت کرتا ہوں۔ تو ضرور پیدا ہوتا ہے۔ اور اگر خلاف شرع واقع ہو تو اپنے آپ کو متاج اور عاجز خیال کرتا ہوں۔ ۲۱
- ۲۳ - مکتوب نمبر ۵۴ :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کے سات درجے اور مرتبے اور پہلا درجہ عام مسلمانوں کا ہے۔ اور علماء ظاہر اور عابد و زاہد لوگ اسی درجہ میں شریک ہیں۔ ۲۲
- ۲۴ - مکتوب نمبر ۵۵ :- اس بیان میں کہ قرآن مجید تمام احکام شریعہ کا جامع ہے۔ اور امام ابو حنیفہ کے مناقب ۲۳
- ۲۵ - قرآن مجید کے احکام صرف تین قسم ہیں اور سنت اور قیاس دونوں احکام کے مظہر ہیں۔ نہ کہ مثبت اجتہادی احکام میں غیریہ پر غلبہ کے ساتھ اختلاف رائے کر سکتا ہے۔ بشرطیکہ اس میں اجتہاد کے شرائط ۲۴



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۰	سابقہ اجتہادی احکام میں مجتہدین کی تقلید میں برابر ہیں۔ ہاں ان بزرگواروں کی فضیلت دوسرے امور میں ہے۔	۳۰	موجود ہوں۔
۳۵	خواجہ محمد پارسا نے لکھا ہے کہ لدی علوم کے آثار میں حضرت خضر کی روحانیت متوسط ہے۔	۳۱	اس جگہ ایک باریک نکتہ ہے۔ وہ پیغمبر جو اولوالعزم پیغمبروں کے متعلق ہیں۔ الخ
۳۶	حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نے منبر پر وعظ کرتے ہوئے حضرت خضر کو مخاطب کر کے کہا۔ اے اسرائیلی اکھلام محمدی سن۔	۳۱	اس کے متعلق سوال و جواب۔
۳۷	علوم و معارف احکام شریعہ کے سوا اور چیز ہیں کہ اہل اللہ ان سے مخصوص ہیں۔ اگرچہ وہ معارف احکام شریعہ ہی کے نتائج ہیں۔ شریعت کی پابندی کرنیوالے اور شریعت میں سستی کرنے والے میں فرق اور احکام شریعہ انداحکام الہامیہ میں فرق کا بیان۔ عمار ظاہر فیہی اخبار کو پیغمبروں سے مخصوص سمجھتے ہیں۔ اور دوسروں کو اس میں شریک نہیں سمجھتے۔ اور یہ معنی وحدت کے منافی ہے۔	۳۲	اس کے متعلق اور سوال و جواب۔
۳۸	دینی امور احکام شریعہ کے علاوہ اور بھی بہت ہیں اور اس میں پانچواں اصل الہام ہے۔ بلکہ تیسرا اصل ہے اور یہ اصل قیامت تک قائم رہے گا۔	۳۲	حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد اس شریعت کی ابتداء کریں گے۔
۳۹	اس کے متعلق سوال و جواب	۳۳	عیسیٰ علیہ السلام کی مثال امام ابو حنیفہ جیسی ہے جو کہ پرہیزگاری اور تقویٰ کی برکت سے اجتہاد کے بلند مقام پر پہنچے ہیں۔
۴۰	مکتوب نمبر ۵۰ :- اس بیان میں کہ قدرت کا معاملہ اس حد تک جاپہنچتا ہے کہ دوسروں کی برائیاں اس کے حق میں نیکی کا حکم پیدا کر لیتی ہیں۔	۳۴	خواجہ محمد پارسا کا قول کہ عیسیٰ علیہ السلام بعد از نزول امام ابو حنیفہ کے مذہب پر عمل کریں گے۔
		۳۵	امام ابو حنیفہ سنت کی تقلید میں سب سے بڑھے ہوئے ہیں۔ چند ایک ناقص لوگوں نے کچھ احادیث یاد کر لی ہیں۔ اور احکام شریعت انہی میں منحصر سمجھتے ہیں۔ اور ان کے علاوہ دوسری چیزوں کی نفی کرتے ہیں۔
		۳۶	فقہ کے باقی امام ابو حنیفہ ہیں۔ اور فقہ کے تین حصے صرف انہی کے لئے مسلم ہیں۔ اور چوتھے حصہ میں دوسرے ان سے شرکت رکھتے ہیں۔
		۳۷	الہام حلال حرام کا مثبت نہیں ہوتا۔ اور اہل باطن کا کشف فرض و سنت کا اثبات کرتا ہے۔
		۳۸	فوائد انون اور بسطامی اور حنیفہ اور شبلی زید وغیرہ کے



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۴۵	بروز کمون اور تسامخ میں فرق کا بیان۔ عالم صغیر میں عالم مثال خیال کا نمونہ ہے۔ اور خیال کی دوڑ ظلال کے مراتب تک ہے۔ اس کا بیان کر سوائے کو پہچان لے۔ اس کی زبان گنگ ہو جاتی ہے۔ اور عوائد کو پہچان لے۔ اس کی زبان لمبی ہو جاتی ہے۔	۴۸	مکتوب نمبر ۵۵۔ اس بیان میں کہ خدا تعالیٰ کا ذکر آنحضرت پر درود بھیجنے سے بہتر ہے۔ لیکن وہ ذکر جو قبولیت کے لائق ہو یا جو شیخ مقدس نے بتایا ہو۔ اور اس دعویٰ کے ثبوت کے لئے دو وجوہات کا بیان۔ امت کا کوئی آدمی بھی خواہ وہ کتنے ہی بلند مقام پر ہو۔ اپنے پیغمبر کے برابر نہیں ہو سکتا۔ اور نہ کسی دوسرے پیغمبر کے درجہ ہی کو پہنچ سکتا ہے۔ اگرچہ اس نبی کی کسی نے پیروی نہ کی ہو۔ اس امت کے مبلغین اور داعی لوگوں کی بزرگی اور لنگے درجات میں فرق۔ اور اس جماعت کا رد جو امت کے محدثین کو افضل جانتے ہیں
۴۷	سوال :- کچھ لوگ کشف اور خواب میں عالم مثال میں دیکھتے ہیں۔ کہ ہم بادشاہ بن گئے ہیں۔ یا قطب ہو گئے ہیں۔ اور عالم شہادت میں اس کا کوئی اثر ظاہر نہیں ہوتا۔ اس نسبت میں کچھ صداقت ہوتی ہے۔ یا نہیں؟	۴۸	مکتوب نمبر ۵۸۔ عالم مثال اور رد تسامخ اور نقل روح اور اس کے بروز حملول کا بیان۔ اور اس حدیث کا بیان کہ اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ آدم پیدا کئے۔ اور اس کے متعلق ابن عربی کا مشاہدہ۔ اور مجدد الف ثانی کی تحقیق۔
۴۸	جواب :- اس میں بھی کچھ صداقت ہوتی ہے۔ یہ نقشبندی۔ اکابر واقعات کا اعتبار نہیں کرتے۔ اور ماسوی کا انبیاء ان کے حق میں دائمی ہو چکا ہے۔ اور ان کے دل میں یہ کالند ہمیشہ کے لئے متغی ہو چکا ہے۔	۴۹	مکتوب نمبر ۵۹۔ اس بیان میں کہ معقول اور حیوان اور مشوف اور مشوہ سب ماسوی میں داخل ہیں۔
۴۹	مکتوب نمبر ۶۰۔ اس بیان میں کہ فضائیات کو چھو کر ضروریات دین کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔ اور امامت کی بحث اصول دین سے نہیں ہے۔	۵۰	مکتوب نمبر ۶۱۔ دو دستوں کو نصیحت اور مولانا حسن کو اس حلقہ کا سردار مقرر کرنے کے بیان میں مولانا احمد کی تعریف
۵۲		۵۱	مکتوب نمبر ۶۲۔ اس بیان میں کہ خدا تعالیٰ کا ذکر آنحضرت پر درود بھیجنے سے بہتر ہے۔ لیکن وہ ذکر جو قبولیت کے لائق ہو یا جو شیخ مقدس نے بتایا ہو۔ اور اس دعویٰ کے ثبوت کے لئے دو وجوہات کا بیان۔ امت کا کوئی آدمی بھی خواہ وہ کتنے ہی بلند مقام پر ہو۔ اپنے پیغمبر کے برابر نہیں ہو سکتا۔ اور نہ کسی دوسرے پیغمبر کے درجہ ہی کو پہنچ سکتا ہے۔ اگرچہ اس نبی کی کسی نے پیروی نہ کی ہو۔ اس امت کے مبلغین اور داعی لوگوں کی بزرگی اور لنگے درجات میں فرق۔ اور اس جماعت کا رد جو امت کے محدثین کو افضل جانتے ہیں



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۴۲	پہلا عقیدہ :- اللہ تعالیٰ بذات قدیم خود موجود ہیں۔	۵۳	مکتوب نمبر ۱۲ :- اس بیان میں کہ انسان مدنی پیدا ہوا ہے۔ اور وہ بنی نوع کے ساتھ زندگی گذرنے کا محتاج ہے۔ اور اس کی خوبی اسی محتاجی میں ہے۔
۴۶	دوسرا عقیدہ :- اللہ تعالیٰ اکیلے ہیں۔ ان کا کوئی شریک نہیں ہے۔ نہ ذات میں نہ صفات میں۔	۵۴	مکتوب نمبر ۱۳ :- اس بیان میں کہ پر ازل کی مخلوق میں بھی اگر مرید اس کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے پیر کے پاس طلب حق کے لئے جاتے۔ تو یہ جائز ہے لیکن پہلے پیر سے اکلایہ کرے۔
۴۸	تیسرا عقیدہ :- اللہ تعالیٰ کی صفات کاملہ ہیں۔ ان میں سے علم۔ حیوۃ۔ قدرت۔ الخ	۵۵	اس وقت کے اکثر چرائی خبر بھی نہیں رکھتے۔ اور نہ کفر و ایمان میں امتیاز کر سکتے ہیں۔ یہ خدا کی خبر کیا رکھیں گے۔
۵۰	چوتھا عقیدہ :- اللہ تعالیٰ جو اہر و اجسام و اعراض کی صفات و لوازمات سے پاک ہیں۔ اور زمان و مکان اور جہت کی اس بارگاہ میں کوئی نگہداشت نہیں ہے۔ جو آدمی اللہ تعالیٰ کو عرش کے اوپر جانتا ہے۔ اور اس کے لیے فوق کی جہت تجویز کرتا ہے۔ وہ بے شہر ہے۔	۵۶	مکتوب نمبر ۱۴ :- اس بیان میں کہ احوال کی تبدیلی اور کمینی دنیا کی امیدوں کے پورا نہ ہونے سے دل تنگ نہ ہونا چاہیئے
۵۲	پانچواں عقیدہ :- اللہ تعالیٰ جسم اور جسمانی نہیں ہیں۔ جو اہر اور عرض نہیں ہیں۔	۵۷	مکتوب نمبر ۱۵ :- بے فائدہ کاموں سے پرہیز کرنے کے بیان میں
۵۴	چھٹا عقیدہ :- اللہ تعالیٰ کسی چیز سے متحد نہیں ہوتے۔ اور نہ ہی کوئی چیز اللہ تعالیٰ سے متحد ہوتی ہے۔ اسمائے الہی تو قیسی ہیں۔ معاصی شریعت سے سننے پر موقوف ہیں۔	۵۸	مکتوب نمبر ۱۶ :- توبہ و انابت اور پرہیزگاری و تقویٰ کے بیان میں اور توبہ و گناہوں کی تفصیل۔ بعض علماء نے کہا ہے۔ کہ دس چیزوں کے بغیر پرہیزگاری پوری نہیں ہوتی۔ اور تمام محرمات اور مشتبہات سے پرہیز کرنا بہت بڑی نعمت ہے۔ ورنہ بعض گناہوں اور بعض محرمات سے بچنا بھی غنیمت ہے۔ شاہد
۵۶	ساتواں عقیدہ :- قرآن خدا کا کلام ہے جس کو خدا تعالیٰ نے حرف اور آواز کا لباس پہنا کر پیر پر نازل کیا ہے۔	۵۹	مکتوبات نمبر ۱۷ :- اہل سنت و جماعت کے عقائد کے بیان میں۔
۵۸	اٹھواں عقیدہ :- مومنوں کا قیامت کے روز		



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۶۴	امام ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ ایمان میں کمی بیشی نہیں ہوتی۔ امام ابو حنیفہ کہتے ہیں۔ میں یقیناً مومن ہوں۔ اور امام شافعی کہتے ہیں۔ میں اللہ مومن ہوں۔	۶۵	خدا تعالیٰ کو جنت میں بے جنت۔ بے کیف اور بے اعاطہ دیکھا برحق ہے۔
۶۶	سترھواں عقیدہ :- مومن کبیر و گناہ کے ارتکاب سے ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔ اور نہ کافر ہوتا ہے۔ اور اس میں امام ابو حنیفہ کی ایک حکایت اہل سنت کے نزدیک خلافت و امامت کی بحث اصول دین سے نہیں ہے۔ لیکن چونکہ شیعہ اس میں غلو کرتے ہیں۔ الخ	۶۷	نواں عقیدہ :- اللہ تعالیٰ جس طرح بندوں کے خالق ہیں۔ انکے افعال کے بھی خالق ہیں۔
۶۸	رسول اللہ کے بعد ترتیب خلافت اور ترتیب خلافت کے مطابق ان کی فضیلت کا بیان	۶۹	دسواں عقیدہ :- انبیاء علیہم السلام مخلوق کی طرف بھیجے ہوئے پیغمبر ہیں۔
۷۰	حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت فاطمہ کی بزرگی کا بیان صحابہ کرام کی بزرگی اور علی اور مصعب ہونیک حکم اور حضرت علی کا حق بجانب ہونا۔	۷۱	گیارہواں عقیدہ :- جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخرت کے احوال اور قبر کے عذاب اور منکر نکیر کے سوالات کے متعلق بتایا ہے۔ سب برحق ہے۔ میزان قیامت کا ہلکا اور بھاری ہونا دنیا کے میزان کے برخلاف ہے۔
۷۲	اکٹھارہواں عقیدہ :- قیامت کی نشانیاں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہیں مثلاً سورج کا مغرب سے طلوع ہونا۔ امام مہدی کا آنا اور حضرت عیسیٰ کا آسمان سے نزل سب برحق ہیں۔ ان میں مختلف کا کوئی احتمال نہیں ہے۔	۷۳	بارہواں عقیدہ :- نبیوں کی پھر ٹیک لوگوں کی شفاست برحق ہے۔
۷۴	مہدی فرزند کار و اور مہدی موعود کی علامات۔ عقیدہ درست کرنا بعد شریعت کے اقامہ اور نواہی کی تعمیل سے چارہ نہیں ہے۔ اور اسلام	۷۵	تیرہواں عقیدہ :- پل مراط جس کو دوزخ پر رکھا جائے گا۔ مومن اسکو عبور کریں گے۔ اور کافر دوزخ میں گرے گا۔ یہ سب کچھ برحق ہے۔
۷۶		۷۷	چودھواں عقیدہ :- بہشت اور دوزخ دونوں مخلوق ہیں۔ اور ہمیشہ باقی رہیں گی۔
۷۸		۷۹	پندرہواں عقیدہ :- فرشتے خدا تعالیٰ کے مکرم بندے ہیں۔ اور ان سے گناہ سرزد نہیں ہوتا۔
۸۰		۸۱	سولہواں عقیدہ :- ایمان یہ ہے کہ جو چیزیں ہم تک اجمالا و تفصیلاً پہنچی ہیں۔ ان پر دل سے یقین اور زبان سے اقرار کیا جائے۔

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۸۷	مکتوب نمبر ۱۷۲: بیت اللہ شریف کا معاملہ تجلیات و ظہورات اور ظہور عیسیٰ سے اوپر ہے اور حقیقت کعبہ کے وصول و احسان کا بیان اور خانہ کعبہ کی زیارت کا شوق۔	۸۶	کے بیچگانہ ارکان کا بیان اس پر آمادہ کرنا کہ عقیدہ اہل سنت کے مطابق اسلام کا کلمہ بادشاہ کے گوشگذا کر کریں۔ اور کافروں اور انان کے معبودان باطل کی تردید کا بیان۔
۸۹	مکتوب نمبر ۱۷۳: انسان کامل کے ظاہر و باطن کے بیان میں	۸۵	بدعتی گروہوں کا بیان۔ اور یہ بقول شیخ عبدالقادر جیلانی نو فرقتے ہیں۔ اس نعمت کا حکر سیرا د کرنا پانچویں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو فرقہ ناجیہ اہل سنت سے بنایا ہے۔ اور معتزلہ و شیعہ و خوارج و مجسمہ سے نہیں بنایا۔
۹۰	سوال: عارف جتنا بھی کمال پیدا کر لے۔ وہ ممکنات ہی سے ہے۔ وجوب سے متصف نہیں ہوتا۔ پھر وہ اسم جو مرتبہ وجوب سے ہے اس کی حقیقت کیونکر ہوتا ہے۔	۸۴	مکتوب نمبر ۱۷۴: نورانی ستون اور دمدار ستون کا بیان جو کہ مشرق سے طلوع ہوا تھا۔ اور اس ستارے کا پہلے بھی طلوع ہوا اور قیامت کی نشانیوں اور امام مہدی اور رسول اللہ کے ارباصات کا بیان۔
۹۱	جواب: یہ حقیقت باعتبار شہود ہے۔ بذکر سابق وجود الخ	۸۳	ستاروں کے متعلق تین اغراض ہیں۔ اور ان کے علاوہ جو کچھ بیان کرتے ہیں۔ وہ ثابت نہیں ہے۔
۹۲	مکتوب نمبر ۱۷۵: اس آیت کریمہ کے بیان نہیں فَمَنْ ظَلَمَ لِنَفْسِهِ اور آیت کریمہ اِنَّمَا عَمَلُهُنَّ اَلَّذِي كَانَتْ عَلَى السَّمَوَاتِ سمور انسان کامل کے بیان میں کہ اس کا معاملہ اس حد تک پہنچتا ہے۔ کہ اس کو تمام اشیاء کا قیوم بنا دیتے ہیں۔ اور وہ ظالم نفس ہے۔ اور مقصد کی تعبیر عدم اور غیفل سے کی ہے۔ اور سابق بالخیرات کی تعبیر محب اور محبوب سے کی ہے۔ جن کے سرور حضرت محمد رسول اللہ	۸۰	مکتوب نمبر ۱۷۶: نماز میں ارکان کا درست کرنا اور طہانیت اور صفوں کا برابر کرنا۔ اور جہاد کفار میں نیت درست کرنا۔ اور نماز تہجد کا حکم دینا اور علل روزی کھانے کا بیان۔
۹۳	مکتوب نمبر ۱۷۷: اسرار کعبہ کے بیان میں کہ جس طرح انسان میں عرش کا نمونہ ہے۔ کعبہ کا بھی ہے۔	۸۱	مکتوب نمبر ۱۷۸: کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے اسرار کے بیان میں۔
۹۴	مکتوب نمبر ۱۷۸: کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے اسرار کے بیان میں۔	۸۲	



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۶۸	مکتوب نمبر ۱۷۷۔ طاحن برکی کے اعتراضات کے جواب میں جو کہ انھوں نے صوفیاء کے کلام پر کہنے لکھے۔ اور لکھا تھا۔ کہ احکام شریعیہ میں سے ہر حکم شہر مقدوس تک پہنچنے کا ایک دریچہ ہے۔ اور دوسرے استفسارات کا بیان۔	۹۱	صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس معنی کا بیان کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر بنایا۔
۱۰۰	اس طریق کے مہتمی و متوسط کے پہنچنے کا بیان۔ جو لوگ سود کا کھانا اور لباس استعمال کرتے ہیں۔ ان کو طریقہ کہنے کی اجازت دینا۔ اور ان کو حرام سے پرہیز کرنے کی ترغیب دینا	۹۱	مکتوب نمبر ۱۷۸۔ اس بیان میں مصیبت اور آزمائش دو سطوں کے لئے کفادہ ہے۔ اور تضرع و لاری سے معافی اور عافیت طلب کرنا چاہیئے۔
۱۰۱	انھوں نے پوچھا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کو ختم کرنا اور نقل پڑھنا اور تسبیح و تہلیل کرنا اور ان کا ثواب ماننا یا استادیاء یا بیانیوں کو دینا۔ بہتر ہے یا نہ دینا بہتر ہے۔	۹۵	مکتوب نمبر ۱۷۹۔ عرش کی حقیقت کے بیان میں جو کہ عالم خلق اور عالم امر کے درمیان برتھ ہے۔ اور اس میں دونوں کا رنگ ہے۔ اور زمین و آسمان کی جنس سے نہیں ہے۔ اور کرسی اور اس کی وسعت کا بیان۔
۱۰۲	جاننا چاہیئے کہ ثواب دینا بہتر ہے۔ کہ اس میں غیر کا نفع بھی ہے۔ اور اپنا بھی۔	۹۶	کرسی آسمانوں سے الگ ہے۔ اور عالم امر سے نہیں ہے۔ کیونکہ عالم امر عرش سے اوپر ہے۔ اور کرسی عرش سے نیچے ہے۔ اور اس کی پیدائش ان چھ روز کے علاوہ ہوئی ہے۔
	مکتوب نمبر ۱۸۰۔ اس بیان میں کہ اس طائفہ علیہ سے محبت و اخلاص رکھنا فانی اللہ اور بقا با کا زید ہے۔		اس تحقیق سے دو قوی اعتراض رفع ہو گئے۔ ایک یہ کہ جب زمین و آسمان نہ تھے۔ تو چھ روز کی تشخیص کہاں سے ہوئی۔ اور دوسرا اعتراض یہ تھا۔ کہ حدیث قدسی اور انجیل کے کلام میں لغراض معلوم ہوتا تھا۔
	مکتوب نمبر ۱۸۱۔ اس بیان میں کہ جس طرح اسلام مجازی کفر مجازی سے بہتر ہے۔ اسلام طریقت بھی کفر طریقت سے بہتر ہے۔		لہذا آسمان اور جو کچھ ان میں ہے۔ وہ عرش کے مقابل بیچ اور ناپزیر ہے۔ سو اللہ انسانی قلب کے اور اسی طرح عرش اپنے اوپر کی نسبت سے ناپزیر ہو جاتا ہے۔ اور ہر مخلوق اپنے اوپر کی نسبت سے یہی حکم کھتا ہے۔ یہاں تک کہ عالم امر ختم ہو جائے۔
	مکتوب نمبر ۱۸۲۔ بین القضاۃ کے معنی میں کہ تم جس کو خدا جانتے ہو۔ وہ ہمارے نزدیک محمد	۹۷	

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۱۰	زندہ کرنے سے سوشید کا ثواب ملتا ہے۔ پھر جو فرض یا واجب کو زندہ کرے۔ اس کا اجر کمنا ہوگا۔	۱۰۳	خدا ہے۔
	تعدیل ارکان اکثر منفعیہ کے نزدیک واجب ہے۔		مکتوب نمبر ۸۶۔ نصیحت اور کمینی دنیا کے مرفقا
	اور ابو یوسفؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک فرض ہے	۱۰۵	سے پرہیز کرنے کے بیان میں
	اور بعض منفعیہ کے نزدیک سنت مؤکدہ اور اکثر		رسم اور عادت سے نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے والے
	اویسی اس عمل کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ اس ایک سی عمل		بہت ہیں۔ لیکن پرہیزگار بہت فقور ہے ہیں۔ اور
	کے زندہ کرنے کا اجر سوشید کا اجر ہے۔ اگر کسی نے		حق اور باطل دالے میں فرق کشوائی چیز میں پرہیزگار
	نیک عمل پر ممبر جتنے بھی ہوں۔ اور اس کے ذمہ		ہے۔
	دوسری کسی کا حق ہو تو جب تک وہ ادا نہ کرے گا اس		مکتوب نمبر ۸۲۔ کمینی دنیا سے پرہیز کرنے اور
	کو جنت میں نہ لے جائیں گے۔	۱۰۶	روشن شریعت پر ترغیب دینے کے بیان میں۔
	علماء فقوی دیتے ہیں۔ اور کام اللہ دے کرتے ہیں		نقلی عبادتیں فرض کے مقابل میں اعتبار سے ساقط
	جو باطن میں مشغول ہو۔ اور ظاہر میں عاجز ہو۔ وہ محمد		ہیں۔ اور اس وقت کے اکثر آدمی نوافل کی ترویج
	ہے۔ اور اس کے باطن کے احوال مستند ہیں۔		اور فرض کی تخریب میں لگے ہوئے ہیں۔
	مکتوب نمبر ۸۸۔ رضا بالقضاء اور فعل مولیٰ سے		مکتوب نمبر ۸۳۔ اس طائفہ علیہ کی محبت کے
	لذت حاصل کرنا اور طاعون کا بیان۔	۱۰۷	بیان میں جو کہ تمام سعادت کا سر پایہ ہے۔
۱۱۱	مکتوب نمبر ۸۹۔ نصیحت کے بیان میں	۱۰۸	مکتوب نمبر ۸۸۔ بعض مواظ کے بیان میں
۱۱۲	مکتوب نمبر ۹۰۔ سفارش میں۔		مکتوب نمبر ۸۵۔ شیخ عبدالحی کے بعض کمالات
	مکتوب نمبر ۹۱۔ قاب قوسین اور اونی کے اسرار		کے بیان میں۔
۱۱۳	کے بیان میں		مکتوب نمبر ۸۶۔ اس بیان میں کہ ہر چیز کو چھو
	مکتوب نمبر ۹۲۔ اس بیان میں کہ ولایت قرب		دینا۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا کتنی نبی دولت
	اکہی کا نام ہے اور خلاق و کلمات اس کی شرط	۱۰۹	ہے۔
	نہیں ہیں۔ اور بادشاہوں کو تعلیمی سجدہ کرنا قرب الہی		مکتوب نمبر ۸۷۔ ابتلاء سنت اور بدعت سے
	اور فاسد چیزوں پر اطلاق کی حیثیت سے آدمی		پرہیز کرنے کی ترغیب اور موقوف العمل سنت کو



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۱۶	ظاہر شریعت کی دعوت دیتے ہیں۔ اور ادیب، عفا شریعت کی بھی اور باطن کی بھی پیری مریدی اسی دعو سے عبارت ہے۔	۱۱۳	کی تین قسمیں ہیں۔ دو مقبول ہیں۔ اور ایک اہل سے مردود ہے۔ اور غیب چیزوں کے کشف سے ولایت میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔ اور ان کا کشف نہ ہونے سے ولایت میں کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ اور اس مضمون کو محارف المعارف کی عبارت سے مؤ کیا ہے۔
۱۱۷	سوال مذکور کا دوسرا جواب کہ مرید رشید سلوک میں ہر وقت پیر کی کرامات و خوارق کا احساس کرتا ہے۔ عوام کے نزدیک جسم کا زندہ کرنا عظیم الشان ہے۔ اور خواص کے نزدیک قلبی اور روحی زندگی بڑی بلند دلیل ہے۔ اور دوسری کی نسبت سے پہلی زندگی محض بیکار ہے۔ اور عبت ہے۔ اور فی الحقیقت اہل اللہ کا وجود کرامت ہے۔ اور ان لوگوں کو خدا تعالیٰ کی طرف دعوت دینا رحمت ہے۔ اور مردہ دلوں کو زندہ کرنا ایک نشان ہے۔ انہ	۱۱۴	فرست دو قسم کی ہے۔ ایک اہل معرفت کی فراست اور دوسری اہل بھوک کی فراست اور ان دونوں کی تفصیل۔ چونکہ اکثر لوگ حق سے منقطع اور دنیا میں مشغول ہیں اور ان کے دل منور اور فیہی اعتبار کی طرف مائل ہیں خیال کرتے ہیں۔ کہ اہل فراست جمع و ریاضت اللہ والے ہیں۔ اور خدا کے خواص ہیں۔ اور نہیں سمجھتے کہ حضرت ا
۱۱۸	ہندوستان کے کفار کے حال کی شکایت۔ کہ وہ مسجدیں گراتے ہیں۔ اور کھڑی رسوم بر ملا بجالاتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ امیر تیمور گورکان کا اس طائفہ علیہ سے حسن اتفاق اور حضرت خواجہ بزرگ کا قول کہ تیمور مر گیا۔ اور ایمان لے گیا۔	۱۱۵	سوال ۱۰ جب ظہور خوارق ولایت میں شرط نہیں ہے۔ تو ولی خیر ولی سے اور حق والا باطل والے سے کس طرح جدا ہوگا۔ ۱۱۶
۱۱۹	جمعہ کے روز جو بادشاہوں کا نام بچلے درجہ پر لیا جاتا ہے۔ یہ بادشاہوں کی تواضع ہے۔ جو رسول اللہ اور ان کے خلفائے راشدین کی نسبت کرتے ہیں اسے بھائی محمد کو جو کر زمین پر پیشانی رکھنے سے عبارت ہے۔ واجب الوجود کی عبادت سے مخصوص رکھا	۱۱۷	بجواب ۱۰ گوئی نہ ہو۔ اور حق و مبطل ملے رہیں ولی کی ولایت کا علم ہونے کی ضرورت نہیں۔ بہت سے ولی اللہ ایسے ہیں۔ کہ ان کو اپنی ولایت کا ظہور علم نہیں ہوتا۔ تو دوسرے کی اطلاع کیسے لازم ہو گی۔ ۱۱۸
۱۲۰	۱۱۶	۱۱۹	۱۱۷

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۲۱	الہی کے صور علیہ اپنے عکس کے ساتھ ان علامات میں ظاہر ہوتے ہیں	۱۱۹	اور انہ تعالیٰ کے سوا یہ اور کسی کے لئے جائز نہیں ہے۔ اگرچہ بعض فقہانے سجدہ تعظیمی بادشاہوں کے لئے جائز قرار دیا ہے۔ لیکن بادشاہوں کے حلال کے لائق یہ ہے۔ کہ انہ
۱۱۶	صور علیہ کے عکس کے غلبہ اور ان علامات کے مضمحل ہونے اور نظر سالک سے ان کے معنی ہو کا بیان۔ اور یہ مقام مقام فنا ہے۔ اور بہت بلند ہے۔	۱۲۰	مکتوب نمبر ۹۳:- اس بیان میں کہ ہر آدمی جو ظنا لطائف رکھتا ہے۔ اور باطن اور اس باطن کا عارف عارف کے اسم قیوم سے ہے۔ اور وہ جو عارف نزدیک کے وقت پوری طرح دعوت اور بندوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے
۱۲۳	اس مقام والا اگرچہ بشریت میں دوسرے لوگوں سے شرکت رکھتا ہے۔ لیکن اس سے اور اس جیسے لوگوں سے صفات بشریت کا ظہور عارضی ہے اور دوسروں سے ذاتی	۱۲۱	وجہ خاص عارف اور باطن اور اس اسم کی حقیقت اس کی قیوم ہے۔ کہ اس کی نسبت سے عالم خلق و عالم ہر عارف ظاہر اور صورت میں داخل ہے۔
۱۲۱	عوام نے مشارکت صوری کو مل حلقہ کیا۔ اور خواص اور اخس خواص کو اپنے رنگ میں تصور کیا۔ اور مقام انکار و اعتراض میں آئے۔ اور محروم ہے۔	۱۲۱	جہاننا چاہیے۔ کہ اس باقی ماندہ ظاہر کی پوری توجہ خلق کی طرف ہے۔ اور طاعات شرعیہ اس سے وابستہ ہیں اور دعوت و تکمیل کا معاملہ اس سے تعلق رکھتا ہے۔
۱۲۱	مکتوب نمبر ۹۵:- اسلام حقیقی اور کفر حقیقی کا بیان۔ اور جس طرح شریعت میں کفر و اسلام ہے	۱۲۱	یہ گھر عمل کا مقام ہے۔ اور دعوت کی جگہ مشاہدہ کی حقیقت آخرت میں ہے۔ اور کشف و معائنہ کا معاملہ آگے ہے۔
۱۲۱	طریقت میں بھی کفر و اسلام ثابت ہے۔ اور جس طرح شریعت میں کفر و شر نقص ہے۔ اور اسلام کمال ہے۔ طریقت میں بھی کفر طریقت نقص ہے۔ اور اسلام طریقت کمال اگرچہ شریعت کا فرمودہ ہے اور طریقت کا کافر مقبول ہے۔	۱۲۱	مکتوب نمبر ۹۶:- فناء بقا کی حقیقت اور عارف کی صورت اور حقیقت کا عدم سے جدا ہونا اور عیسائی کی نسبت کی پہچان
۱۲۱		۱۲۱	اس فقیر کے نزدیک ممکنات کے حقائق علامات سے عبارت ہیں۔ جو کہ ہر شرکا منشا ہے۔ اور یہ کہ اسامہ مصفا



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۲۶	اس اشکال کا پورا حل چند مقدمات پر مبنی ہے۔ اور ہر مقدمہ ایک علیحدہ مستقل جواب ہے۔	۱۲۵	کفر طریقت کفر شریعت سے پوری مناسبت رکھتا ہے۔ کفر طریقت مقام جمع میں ہے۔ اور اسلام طریقت مقام فرق میں۔
۱۲۷	پہلا مقدمہ۔ دوسرا مقدمہ۔ تیسرا مقدمہ۔	۱۲۵	اسلام طریقت کو اسلام شریعت سے پوری مناسبت ہے۔ بلکہ جب اسلام شریعت اپنے کمال کو پہنچتا ہے۔ تو اس اسلام سے اتحاد کی نسبت پیدا کرتا ہے۔ بلکہ الخ
۱۲۸	چوتھا مقدمہ کہ حضرت فاروق بلکہ خلفائے ثلاثہ نے انروئے قرآن وحدیث جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ اور اس باب میں آیات واحادیث کا بیان پانچواں مقدمہ حضرت فاروق کا کاغذ لانے میں کو کرنا۔ رد اور انکار کے طور پر نہ تھا	۱۲۵	کفر طریقت کا مرتبہ صورت شریعت کے اسلام سے بہت بلند ہے۔ اور شریعت کے حقیقی اسلام سے بہت نیچے اور کمتر ہے۔
۱۲۹	وہ تو وقت جو صرف استفسار کے طور پر ہو۔ وہ برا نہیں ہے۔	۱۲۶	اس آدمی کے حکم کا بیان بشرطیات سے گفتگو کرے اور مقام کے ساتھ مقام صلح میں رہے۔ اور سب کو صراط مستقیم پر رکھے۔ اور خدا تعالیٰ اور مخلوق میں تمیز نہ کرے۔ اور وہی کے وجود کا قائل نہ ہو۔
۱۳۰	چنانچہ قرآن مجید میں حضرت مریم حضرت زکریا اور ملائکہ کا استعلام واستفسار بیان کیا گیا ہے۔	۱۲۶	منصور باد جہود ناخوشی کہنے کے ہر بات قید خانہ کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے بھی پانچ سو رکعت نفل نماز ادا کرتا تھا۔ اور ظالموں کا کھانا نہ کھاتا تھا۔
۱۳۱	پچھٹا مقدمہ رسول اللہ کی صحبت اور ان حضرت کے صحابہ کرام سے حسن ظن کی ضرورت ہے اور اس چیز کو جاننا کہ بہترین زمانہ رسول اللہ کا زمانہ تھا۔	۱۲۶	مکتوب نمبر ۹۶: اس بات کے حل میں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض موت میں کاغذ طلب کیا۔ تاکہ کچھ لکھیں۔ اور حضرت فاروق نے کچھ صحابہ کے ساتھ اس سے روک دیا۔
۱۳۲	اس وجہ کا بیان کہ صحابہ کرام بہترین نبی آدم کی ہیں۔ جب یہ مقدمات معلوم ہو گئے۔ تو اس شبہ اور اس جیسے اور شبہات کا جواب بے تکلف معلوم	۱۲۷	صحابہ کرام کی مدح قرآن وحدیث سے قسم قسم کے فضائل اور فوائد منقولہ کا بیان

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۳۷	فرق کے بیان میں سوال :- علامنے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نہ عالم میں داخل ہے۔ نہ خارج اور نہ متصل ہے۔ اور نہ عالم سے منفصل اس بحث کی تحقیق کیا ہے جواب اس نسبت کا حصول الخ	۱۱۲	ہو گیا۔ بلکہ بہت سے جواب حاصل ہو گئے۔ بلکہ اس قسم کے شبہات اس فقیر کے نزدیک اسیر کے ہیں۔ کہ کوئی صاحب فنی یوقوفوں کی جماعت کے پاس آئے۔ اور دلائل سے ان پر ثابت کر دے کہ یہ بھتر سنا ہے الخ
۱۳۸	اس بحث کو میں ایک مثال سے واضح کرتا ہوں کہ نقطہ جو انہی سیر کی سرعت سے دائرہ کی صورت میں معلوم ہوتا ہے۔ اور اس جگہ موجود صرف وہی ایک نقطہ ہے۔	۱۱۳	صاحب کرام کے حق میں ایک دوسرے سے عداوت رکھنے کا گمان قرآن مجید کی نص کے خلاف ہے۔ اور اس میں دونوں فرقہ کی توہین ہوتی ہے۔ اور دونوں جماعتوں سے ایمان اللہ جانا ہے الخ
۱۳۹	سوال :- اللہ تعالیٰ اپنے قرب و احاطہ کی عالم سے نسبت ثابت فرماتی ہے۔ حالانکہ موجود کو موجود سے کیا نسبت۔ کوئی تاویز اور کوئی اشارہ؟	۱۱۴	ان بزرگواروں کے نزدیک خلافت کا معاملہ مرحوم اور پسندیدہ نہ تھا۔ اور حضرت علی کے امیر معاویہ سے جنگ کرنے کی وجہ یہ تھی۔ کہ بائینوں سے جنگ کرنا فرض ہو چکا تھا۔
۱۴۰	جواب :- یہ قرب و احاطہ وہ نہیں جو جسم کو جسم سے ہوتا ہے۔ بلکہ یہ قرب و احاطہ اس نسبت سے ہے۔ جو جمہول الکیفیت اور معلوم تحقیق ہے۔	۱۱۵	مکتوب نمبر ۱۹ :- جلد ثانی کے مکتوب ششم کی اس عبارت کے حل میں کوشش سمجھتا ہوں۔ کہ میرے پیدا ہونے کا مقصد یہ ہے۔ کہ ولایت محمدی کو ولایت ابراہیمی سے رنگ دوں۔ اور جن ملاحات صباحت کے جمال کے ساتھ مل جائے
۱۴۱	عالم کو جو مہوم اور متخیل کہا ہے۔ وہ اس معنی سے ہے۔ کہ خلق عالم مرتبہ خیال و وہم میں قائم ہوتی ہے۔ اور خداوند تعالیٰ کی صنعت درجہ جس میں حاصل ہوتی ہے۔ اس طرح کہ کوئی کمال پر قدار وازہ مہومہ کو الخ	۱۱۶	وہ انتفاع و استفادہ جو امراء کو غلاموں اور خدائیوں کی راہ سے میسر ہو۔ وہ منع نہیں ہے۔ اور نہ وہ امراء کے نقصان اور قصور کو مستلزم ہے۔
۱۴۲	بیوقوف فلسفی کے مذہب کا بیان وہ بھی موجود عالم کا قائل ہے۔	۱۱۷	مکتوب نمبر ۲۹ :- اللہ تعالیٰ سے عالم کی بعیت و قرب کا بیان اور عدم اور ابلیس کی شرارت کے



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۱۲	نہیں ہے۔ جواب :- جس طرح عدم وجود کا آئینہ ہے اسی طرح وجود بھی عدم کا آئینہ ہے۔ انہ	۱۱۰	سوال :- عالم کے لئے جب ثبوت و استقرار کی نسبت ثابت ہو گئی۔ اگرچہ وہ مرتبہ وہم و خیال ہی میں ہو تو کیوں اس پر وجود کا اطلاق نہیں کرتے۔ کیونکہ ثبوت و وجود مترادف ہیں جیسا کہ متکلمین کا مذہب ہے۔
۱۱۳	جو میر محمد نعمان نے کہنے تھے۔ انھوں نے پوچھا تھا کہ سالک کبھی اپنے آپ کو روح کے وقت انبیاء کے صحابہ کے مقامات میں بلکہ انبیاء علیہم السلام کے مقامات میں بھی پاتا ہے۔ بعض آدمیوں نے اس جگہ سے اس سالک کی ان مقامات والوں سے مساوات کا وہم کیا ہے۔ اور اس وہم کی بنا پر ان کا رد اور ان پر طعن زنی کرنے میں۔ اس معما کو حل کرنا چاہیے۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ پچھلے درجہ والوں کا بلند درجہ والوں کے مقامات میں پہنچنا کبھی تو ایسا ہوتا ہے جیسے	۱۱۱	جواب :- اس طائفہ کے نزدیک وجود سب اشیاء سے اشرف ہے۔ خدا تعالیٰ کے سوا اور کسی چیز پر جو کہ سراسر نقص ہے۔ اس کا اطلاق نہیں کرتے۔ مختصر یہ کہ ممکن جو کچھ رکھتا ہے۔ وہ مرتبہ وجود سے مستغنی ہے۔ وہ اپنے باپ کے گھر سے کوئی چیز نہیں لایا ہے اسکو غلیظیت کے لحاظ کے بغیر موجود خارجی کہتا و شواہد امر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی خاص صفات میں اسے نظر بنایا ہے۔ اور اس فیتنے جو اپنے بعض مکاتیب و رسائل میں عالم کو موجود خارجی کہا ہے۔ اس کو بھی اسی معنی پر معمول کرنا چاہیے۔
۱۱۴	کہ فقیر امراء کے دروازہ پر جاتیں طعنہ کرنے والے در حال سے غالی نہیں ہیں۔ اگر وہ اعتقاد رکھتے ہیں۔ کہ اس حال والا ان بلند مقامات والوں کے ساتھ شرکت و مساوات کا معتقد ہے۔ پس اس کو کافر اور زندقہ خیال کرنے میں اور اسے مسلمانوں کی جماعت سے باہر سمجھتے ہیں۔	۱۱۲	ارباب کشف و شعور کی ایک جماعت نے وجود کو واجب الوجود کی عین حقیقت کہا ہے۔ جس طرح وجود بر خیر و کمال کا مبداء ہے۔ اسی طرح جو عدم اس کے مقابل ہے۔ ہر شر اور نقص کا مبداء اور ہر قباح و فساد کا خدشا ہے۔ اور عدم کے ہر اور اس کی غریباں۔
	صحابہ کرام کے فضائل خصوصاً حضرات شیخین کے۔ ہم اصل بات پر آتے ہیں۔ اور شوق ثانی کو بران کر ہیں۔ کہ اگر وہ اس صاحب جلال سے کے متعلق یہ عقیدہ	۱۱۳	وہیں اور عدم کی مشرکت کے فرق کا بیان۔ سوال :- ابلیس میں کثرت شرارت کہاں سے پیدا ہو گئی۔ کہ عدم کے سوا تو وجود ہے۔ جس میں شرارت

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۲۶	دوسرا جواب یہ ہے۔ کہ مصائب و شدائد اگرچہ عوام کے نزدیک اسباب تالم سے ہیں۔ لیکن ان بزرگوں کے نزدیک جو کچھ بھی جمیل مطلق سے آئے۔ وہ انکے لذت حاصل کرنے کا سبب ہے۔	۱۲۶	نہ بھی رکھیں۔ تو بھی دو حال سے خالی نہیں ہیں۔ اگر پوچھیں کہ اس شور انگیز احوال کا اظہار کر سکی وجہ کیا ہے۔ تو ہم کہتے ہیں کہ اس قسم کے احوال کا ظہور مشائخ طریقت سے بہت آیا ہے۔
۱۲۷	اگلی یہ کیا معاملہ ہے کہ تو نے اپنے دوستوں کو ایسا بنایا ہے کہ جو چیز دوسروں کی تکلیف کا باعث ہے۔ وہ ان کے لذت حاصل کرنے کا سبب ہے اور جو کچھ دوسروں کے لئے زحمت ہے وہ انکے لئے رحمت ہے۔	۱۲۷	اس قسم کے اعمال شور انگیز کے اظہار کے وجود کا یہاں آپ نے پوچھا ہے۔ کہ کیا سبب ہے کہ انبیاء و اولیاء دنیا میں بلا اور مصائب میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اور اگر مشیبتوں اور امتحانوں میں مبتلا رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی راہنمائی کرے۔ جاننا چاہئے کہ دنیا تملک و تنعم کے لئے نہیں ہے اور آخرت ہے جو کہ نعمتوں اور لذتوں کے لئے تیار ہوئی ہے۔
۱۲۸	تیسرا جواب یہ ہے۔ کہ یہاں امتحان کا گھر ہے۔ اور یہاں حق کے ساتھ باطل مل ہوا ہے۔ اگرچہ دوستوں کو محنت اور بلا نہ دیں۔ تو امتحان کی باطل ہو جاتی ہے۔	۱۲۸	سوال۔ اس کا مفہور دنیا و آخرت میں محروم ہے اس کا دنیا میں درد پانا اس کی آخرت میں لذت کو مستلزم نہ ہوا۔ اس کی کیا وجہ ہے۔
۱۲۹	چوتھا جواب یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اگرچہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور اسے طاقت ہے کہ دوستوں کو اس جگہ بھی نانو نعمت میں رکھے۔ اور اس جگہ بھی لیکن یہ صورت حکمت و عادت کے برخلاف ہے۔	۱۲۹	ہم کہتے ہیں کہ کا فخر کا دشمن ہے۔ اور دائمی عذاب کا مستحق ہے۔ دنیا میں اس سے عذاب اٹھانا اور اسے اس کے حال پر چھوڑ دینا عین تنعم و تملک ہے۔ سوال۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ اسے طاقت ہے کہ دوستوں کو دنیا میں بھی تملکات بخشے۔ اور آخرت میں بھی نعمتیں کرامت فرمائے۔ اور ایک جہاں میں لذت ان کے حق میں دوسرے جہاں کے عذاب کو مستلزم نہ ہو۔
۱۳۰	ہم اصل بات پر آتے ہیں۔ اور اصل سوال کے جواب کا اتمہ بیان کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ درد و بلا کا سبب اگرچہ گناہ ہیں۔ لیکن وہ مصیبت اصل میں ان گناہوں کا کفارہ ہے۔ اور ان گناہوں کو نازل کرنے والی ہے۔ پس مہربانی یہی ہے کہ دوستوں	۱۳۰	اس کا جواب کئی طرح پر ہے۔ ایک یہ کہ اگر دنیا میں



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۵۱	درد و بلا کے لئے دوسری وجہ یہ ہے۔ کہ بچے دوست اور جھوٹے مدعی میں تفریق پیدا ہو جائے۔ کیونکہ اگر وہ سچا ہے۔ تو وہ مصیبت آنے سے لذت پائے گا اور اگر جھوٹا ہے۔ تو اس کا حصہ مصائب سے درد اٹم ہے۔	۱۵۱	کو زیادہ مصیبت میں مبتلا کرے۔ دوستوں کے گناہوں اور برائیوں کو دشمنوں کے گناہوں اور برائیوں کی طرح خیال نہ کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سگرات موت کے وقت بے آرامی و بقراری کا بیان۔
۱۵۲	اور آپ نے یہ بھی پوچھا تھا۔ کہ عدم کو خواص لائے کہا ہے پس اس کا وجود نہ ہو گا۔ اور جب وجود نہیں رکھتا ہے۔ اگرچہ اس نے ذہن میں وجود پیدا کیا ہو تو اس کے لئے آثار اور ترقیات کس طرح متحقق ہوں گے۔	۱۵۲	لکھا تھا کہ آدمی مٹھا اور مدافق کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ دوستوں کو کیوں محنت اور مصیبت دیتے ہیں۔ اور کیوں ہمیشہ ناز و نعمت میں نہیں رکھتے اور اس گفتگو سے اس جماعت کی نفی کرتے ہیں۔
۱۵۳	جواب۔ ہر جان لیں کہ عدم انہی عدم کی ترقیات سے کیا تعجب کرتے ہو۔ اس کائنات کا تمام کز و فر عدم پر مبنی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت کا مشاہدہ کریں کہ عبادت کے وسیع کارخانہ بنایا ہے فرق درمیان خلق مرتبہ خیال اور درمیان اختراع و ہم و خیال ہیں۔	۱۵۳	کافر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں اسی طرح کی باتیں کیا کرتے تھے۔ اور ان جیسے قول کا دار و مدار آخرت کے انکار پر ہے۔ اور آخرت کے ثواب و عذاب کے انکار پر مبنی ہے۔ اور اصل سوال کا دوسرا جواب یہ ہے۔ کہ مصیبت محبوب کا تازیانہ ہے۔ جو محبوب کو ماسوائے محبوب کے اور طرف توجہ کرنے سے منع کرتا ہے۔ اور پوری طرح اس کو جنب قدس کی طرف متوجہ کرتا ہے پس بلا کے لائق و دوست ہیں۔ نہ کہ دشمن انہی بعض دفعہ بلا اور مصیبت کے وقت دوستوں سے بھی اضطراب معلوم ہوتا ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے۔
۱۵۴	اور آپ نے فنا و بقا کے متعلق بھی پوچھا تھا۔ اس فقیر نے اس بات کے متعلق اپنی کتابوں اور رسالوں میں بہت جگہ لکھا ہے۔ اس کے بعد اگر کوچہ پوشیدہ ہو تو انہی فنا و بقا شہودی ہے۔ وجودی نہیں ہے۔ کہ بندہ لا شے نہیں ہوتا۔ اور نہ اللہ تعالیٰ سے متعبد ہوتا ہے۔	۱۵۴	جواب ۱۔ وہ اضطراب ظاہری ہے۔ اور بشریت کا اتفاق ہے۔ کہ اس کے باقی رکھنے میں حکمتیں اور مصلحتیں ہیں۔
۱۵۵		۱۵۵	

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۵۵	ظلال ہیں۔ اور چونکہ ظل الہی اور آپ نے اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور افعال کے متعلق پوچھا تھا۔ ان کا بیان حاضری سے تعلق رکھتا ہے۔	۱۵۵	وہ بے دین لوگ ہیں جو فنا و بقا کو وجودی تصور کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ بندہ یقیناً وجودی کو اشعار اپنے اصل کے ساتھ متحد ہو جاتا ہے
۱۵۶	اور آپ نے مرتبہ نبوت کے کمالات کے متعلق بھی پوچھا تھا کہ فنا و بقا و تجلی اور مبدائیت تعین پر سب نبوت کے کمالات کے مراتب میں کس طرح پر ہیں؟ اس کے جواب کو دوسرے وقت پر فعال دیلے زمانہ اور زمانہ دالیں سے کچھ وقت چرا کر کچھ لکھا گیا ہے نتیجہ پر رحم کرو۔	۱۵۶	فنا کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز کو بھول جائے۔ اور سینہ کے میدان کو اپنی تمام مرادوں سے پاک و صاف کر دے۔ اور مقام بقا کے مناسبت سے ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی مرادات پر قائم ہو جائے۔
			اور آپ نے یہ بھی پوچھا تھا کہ وہ سیر جو انفس سے باہر ہے۔ وہ کونسی سیر ہے؟
			جانتا چاہیے کہ انفس بھی آفاق کی طرح اسما دلی کے



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِكَ الْكَرِيمِ

اردو ترجمہ مکتوبات شریف

دفتر دوم حصہ دوم

مکتوب نمبر ۵

خواجہ محمد صدیق کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ بعض کامین کے ساتھ بالمشافہہ کلام فرماتا ہے۔

أَلْحَسَنُ اللَّهُ وَكَفَى وَسَلَامٌ عَلَى قَبَائِدِ الَّذِينَ أَصْطَفَى۔

میرے پیارے دوست! آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کا انسان کے ساتھ کلام کبھی بالمشافہہ بھی ہوتا ہے۔ کلام کی یہ قسم بعض انبیاء علیہم الصلوٰت والتسلیمات کو حاصل ہے۔ اور کبھی یہ نعمت عظمیٰ ان کے بعض کامل ترین مقبوعین کیساتفہ عیت اور وراثت کے طور پر بالمشافہہ گفتگو ہوتی ہے۔ اور اگر کسی قبوع کے ساتھ گفتگو فرماتا ہو تو اس کو محمدؐ نہ کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے۔

اور یہ گفتگو الہام اور دل میں اتفاق کرنے کے علاوہ ہوتی ہے۔ اور یہ گفتگو وہ بھی نہیں ہے۔ جو فرشتوں کے ساتھ ہوتی ہے۔ بلکہ اس کلام کا مخاطب وہ انسان ہوتا ہے۔ جو عالم امر و خلق اور روح اور نفس اور عقل و خیال کا جامع ہو۔ اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے ساتھ جسے چاہتا ہے خاص کر لیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے۔

اور وہ برو گفتگو کرنے سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ مخاطب کو محکم نظر بھی آئے۔ اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ سننے والے کی نظر کمزور ہو۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کے نور کی چمک و مک برداشت کرنے سے قاصر ہو۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کے سوال کے جواب میں فرمایا تھا کہ وہ تو نور ہے۔ میں اسے کیسے دیکھ

سکتا ہوں۔

اور اس نے بھی دیکھنا سنے کو لازم نہیں آتا کہ بالمشافہہ گفتگو کرنے میں شہودی مجاہدات دہر ہوتے ہیں۔  
 مذکورہ جودی اس فرق کو اچھی طرح نہیں نشین کر لو کہ ایک عہدہ معرفت کی بات ہے۔ اس کے متعلق بہت ہی کم کسی  
 نے گفتگو کی ہوگی۔ والسلام علی من اتبع الهدی

## مکتوب نمبر ۵۲

خواجہ بہمدی علی کشمیری کی طرف صادر فرمایا

اس بیان میں کہ اس بلند مرتبہ جماعت کے ساتھ محبت رکھنا چاہیئے۔

الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفَى وَتَسْلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِہِ الْكَافِرِیْنَ اَصْلَافُیْ

آپ کا گرامی نامہ جو کہ کمال محبت و اخلاص سے لکھا گیا تھا۔ بمع تحفہ تھا نصیب پہنچا۔

حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ اس جماعت کی محبت پر استقامت نصیب فرمائے۔ اور اپنی کے ساتھ قیامت  
 کو اٹھائے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے ساتھ بیٹھنے والا بد قسمت نہیں رہتا۔ ان سے محبت رکھنے والا محروم نہیں رہتا  
 ان سے میل جول رکھنے والا بے مراد نہیں رہتا یہی لوگ اللہ تعالیٰ کے عیسیٰ ہیں۔ جب ان پر نگاہ پڑتی ہے۔  
 تو خدا یاد آجاتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جو ان کو پہچان سے۔ وہ اللہ تعالیٰ کو پالیتا ہے۔ ان کی نگاہ دہا ہے۔ انکی  
 گفتگو شفا اور ان کی صحبت نور اور رونق ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جس نے صرف ان کے ظاہر کو دیکھا۔ وہ نامراد  
 ہوا۔ اور گھٹے میں پڑا۔ اور جس نے ان کے باطن پر نگاہ رکھی۔ وہ نجات پائی۔ اور کامیاب ہوا۔

جس نے کہا ہے۔ کیا غیب کہا ہے۔ کہ اُسے خداوند

تو نے اپنے دوستوں کو کیسے بنایا

جس نے کہا ہے۔ ان کو پہچان لیا۔ اس نے تجھے پایا۔ اور جب تجھے نہ پایا۔ ان کو نہ پہچانا۔

یعنی ان کا پہچان لینا اور تجھے پایا ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتے۔ تقدیر ذاتی کس طرف سے ہے

ایک لحاظ سے تو شناخت کو ہے۔ اور ایک لحاظ سے پالینے کو۔ اور ترجیح اسی قول کو ہے کہ خدا تعالیٰ کی

شناخت پہلے ہے۔ کیونکہ وہی پہلے ہے۔ اور ابتدا اسی سے زیادہ اچھی اور بہتر ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلَیْكُمْ وَعَلَىٰ مَنْ لَّدُنْكُمْ۔



## مکتوب نمبر ۵۳

قرب و جوار کے ایک شیخ کی طرف صلا فرمایا۔

(اس سوال کے جواب میں کہ انہوں نے دریافت کیا۔ کہ اگر میں ٹکی کرتا ہوں۔ تو نفس میں غرور و تکبر پیدا ہوتا ہے۔ اور اگر مجھ سے کوئی کام خلاف شریعت ہو جائے۔ یا لغزش واقع ہو جائے۔ تو ندامت اور شکستگی پیدا ہوتی ہے۔)

الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفَى وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ

آپ نے دریافت فرمایا ہے۔ کہ اگر میں ریاضت کروں۔ تو نفس میں غرور پیدا ہوتا ہے۔ اور وہ سمجھتا ہے۔ کہ میرے جیسا کوئی آدمی ٹیک نہیں ہے۔ اور اگر خلاف شرع کروں۔ تو اپنے آپ کو محتاج اور ذلیل ترین خیال کرتا ہوں۔ اس کا کیا علاج ہے؟

خدا تجھے توفیق بخشنے محتاجی اور عاجزی جو دوسری شق (گناہ کرنے) میں ندامت اور افسوس سے خبر دیتی ہے۔ خدا تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ اور پناہ بخدا کہ شریعت کے حرام کاموں سے کسی کا ارتکاب کر لینے کے بعد بھی ندامت پیدا نہ ہو۔ جو کہ توبہ کا ایک حصہ ہے گناہ مصلحت گیر ہونا گناہ پر اصرار کے مترادف ہے۔ اور اگر چھوٹے معیوہ گناہ پر اصرار ہو تو وہ کبیرہ ہو جاتا ہے۔ اور کبیرہ پر اصرار کفر کی دہلیز ہے۔ آپ اس سے نعمت عظمیٰ کا شکر ادا کریں۔ تاکہ ندامت میں اضافہ ہو۔ اور شریعت کی خلاف ورزی سے باز رکھے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے۔ اگر تم فکر کرو گے۔ تو میں تمہیں زیادہ دوں گا۔

سوال کے پہلے حصے کا ماحصل یہ ہے۔ کہ ٹیک اعمال کی بجا آوری کے بعد غرور پیدا ہوتا ہے۔ اور یہ غرور نہایت قاتل ہے۔ اور علاج اور ہلاک کرنے والا مرض ہے۔ جو ٹیک اعمال کو اسی طرح نیست و نابود کر دیتا ہے۔ جس طرح خشک لکڑیوں کو آتش جلا کر تباہ کر دیتی ہے۔ اور غرور اس لئے پیدا ہوتا ہے۔ کہ عمل کرنے والے کی نگاہ میں اپنے اعمال نہایت خوشنما معلوم ہوتے ہیں۔ واللہ ان کو اچھا سمجھتا ہے۔ تو اس کا علاج اسکی ضد سے کرنا چاہیئے۔

چاہیئے کہ اپنی ٹیکوں کو ناخالص سمجھے۔ اور ٹیکوں کے پوشیدہ قباخ کو اپنی نگاہ میں رکھے۔ تاکہ اپنے آپ کو قاصر سمجھے۔ بلکہ لعنت ملامت کے قابل جانے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ بہت سے قرآن پڑھنے

والے ایسے ہوتے ہیں کہ خود قرآن ان پر لعنت کرتا ہے۔ اور کتنے ہی ایسے روزہ دار ہیں جن کو روزے سے سوا بھوک اور پیاس کے اور کچھ نصیب نہیں ہوتا۔

یہ کبھی خیال نہ کرنا چاہیے کہ اس کی اپنی نیکیوں میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ اور اگر قصور ہی بہت بھی تو جو کہے گا۔ تو خدا تعالیٰ کی توفیق سے ان میں از سر تا پا قباحتیں دیکھے گا۔ اور حسن کاشانہ بھی محسوس نہ ہوگا۔ مگر کیسا اور محفوظ کیسی۔ بلکہ اپنے اعمال میں قصور اور نقصان دیکھنے میں اتنا غلبہ ہو کہ ٹکی کر کے سے تادم اور شرمندہ ہو نہ کہ مقصود بے پروا۔ اور جب اعمال میں قصور دیکھنے کا عکس پیدا ہو جاتا ہے۔ تو اعمال کی قیمت بڑھ جاتی ہے۔ اور قبولیت کے قابل ہو جاتے ہیں۔ کوشش کرنی چاہیے کہ ایسی نگاہ پیدا ہو۔ اور مغرور نہ ہو۔ اس کے علاوہ کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا۔ اللہ ماشاء اللہ۔

وہ لوگ جن کو پورے طور پر اپنے اعمال میں قصور دیکھنے کی توفیق مل جاتی ہے۔ وہ ایسا تصور کرتے ہیں کہ دائیں جانب کا (نیکیاں) لکھنے والا فرشتہ تو بے کار اور معطل ہے۔ اور ان کی نیکیوں میں کوئی خوبی ایسی نہیں ہے جو لکھنے کے قابل ہو۔ اور بائیں جانب والا (برائیاں) لکھنے والا فرشتہ ہمیشہ کام میں لگا رہتا ہے کہ تمام برائیاں ہی بڑا ہیں۔ اور جب عارف کا معاملہ اس حد تک پہنچ جاتا ہے۔ تو اس کے ساتھ جو معاملہ ہوتا ہے وہ حد بیان و تحریر سے باہر ہے۔ ع

قلم این جاسید سر بکشت

وَالسَّلَامُ عَلَىٰ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَىٰ۔

## مکتوب نمبر ۵۴

سید شاہ محمد کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کے درجات اور مراتب مختلف ہیں۔ اور اس کے ساتھ ہے ہیں۔ ہر ایک درجے کی دوسرے پر فضیلت کا بیان۔ اور ان سے متعلق مسائل۔  
الْحَمْدُ لِلّٰهِ ذَا كُنِيَ وَالسَّلَامُ عَلَىٰ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ الَّذِي نَزَّلَ الْكِتَابَ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت جو کہ دینی اور دنیاوی سعادتوں کا سرمایہ ہے۔ کئی ایک مراتب اور درجات رکھتی ہے۔







کے مطابق ادا ہو جائیں گے۔ تو ان کی حقیقت ادا ہو جائے گی۔ ان کی ظاہری صورت کیا ہے۔ اور اس سے حقیقت کیا ہے؟

جواب :- بتدریج کافض جب تک آمد ہے جو اصل میں آسمانی احکام کا منکر ہے۔ اس سے احکام شریعت کی ادائیگی صورت کے اعتبار سے ہوگی۔ اور منتہی کافض جب مظنہ ہو جاتا ہے اور شریعت کے احکام کو برضا و تہن قبول کر لیتا ہے۔ تو اس سے ان احکام کی ادائیگی حقیقت کے اعتبار سے ہوتی ہے۔ اس کی مثال منافی اور مسلک کی سی ہے۔ کہ دونوں نماز ادا کرتے ہیں۔ منافی چونکہ باطن میں انکار رکھتا ہے۔ اس لیے صرف نماز کی صورت ادا کرتا ہے۔ اور مسلمان باطنی زمانہ برداری کے ذریعہ سے نماز کی حقیقت سے مزین ہے۔ تو معلوم ہوا کہ صورت اور حقیقت کا اعتبار باطنی انکار و اقرار کے اعتبار سے ہے یہ درجہ یعنی اطمینان نفس اور اعمال صالحہ کی حقیقت کا درجہ۔ ولایت خاصہ کے کمالات جو درجہ سوم سے متعلق ہیں۔ کے حصول کے بعد حاصل ہوتا ہے۔

مقامت کا چوتھا درجہ وہ ہے جو پہلے درجہ میں تھا۔ پہلے درجے میں اس کی صورت نفی۔ اور اس درجہ میں اتباع کی حقیقت ہے۔ اور یہ چوتھا درجہ اتباع علماء راسخین شکر اللہ تعالیٰ معہم کے ساتھ مخصوص ہے جو نفس کے اطمینان کے بعد مقامت کی حقیقت کی دولت سے متحقق ہیں۔ اولیاء اللہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کو ہر چند تمکین قلب کے بعد ایک طرح کا اطمینان نفس حاصل ہوتا ہے۔ لیکن نفس کو کمال درجہ کا اطمینان کمالات ثبوت کے حصول سے حاصل ہوتا ہے۔ جو کہ بطریق وراثت ملنے راسخین کو کمالات حاصل ہوتے ہیں۔

پس ملائے راسخین بواسطہ کمال اطمینان نفس شریعت کی حقیقت سے حقیقی اتباع ہے (موصوف ہیں۔ اور دوسروں کو چونکہ کمالات حاصل نہیں ہوتے۔ لہذا کبھی تو وہ شریعت کی صورت سے موصوف ہوتے ہیں اور کبھی شریعت کی حقیقت سے مشفق۔

علماء راسخین کی علامت بیان کر دیتا ہوں۔ تاکہ ہر ظاہر و باطن عالم راسخ ہونے کا دعویٰ نہ کر سکے۔ اور اپنے نفس اندر کو نفس مظنہ نہ سمجھ سکے۔ عالم راسخ وہ ہے جس کو کتاب و سنت کے تشابہات کی تاویل سے حصر حاصل ہو۔ اور قرآن مجید کی سورتوں کا ادنیٰ میں جو حدود مقطعات ہیں۔ ان کے اسرار سے بہرہ ور ہو۔ اور تشابہات کی تاویل بہت ہی دقیق اسرار میں سے ہے۔ یہ نہ سمجھ لینا کہ یہ تاویل یہ (باقہ) کی تاویل قدرت کی طرح ہے۔ اور وجہ (چہرہ) کی تاویل ذات کی طرح کیونکہ یہ تاویلیں تو ظاہری علوم سے پیدا ہوتی ہیں۔ ان کا اسرار سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ان اسرار کے اصل مالک تو انبیاء علیہم الصلوٰت والسلام ہیں۔ اور یہ رموز انہی کے معاملات کی طرف اشارہ ہیں۔ اور یہ پھر وہ لوگ ہیں جن کو تبعیت اور وراثت کے طور پر اس دولت عظمیٰ سے سرفراز کیا جائے۔



اور اس درجہ میں بدعت کا حصول جو کہ اطمینان نفس اور صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی رضا  
کی حقیقت کو پہنچانے سے تعلق رکھتی ہے کبھی تو بغیر وسیلہ و بقا اور بغیر سلوک و جذبہ کے ہو جاتا ہے۔ اور ہو سکتا  
ہے کہ اعمال و مواجہدات و جمالیات و ظہورات قسم کی چیزوں میں سے کوئی چیز بھی درمیان میں نہ آئے۔ اور یہ  
دولت حاصل ہو جائے۔ لیکن اس دولت تک ولایت کی راہ سے پہنچنا بہت زیادہ قریب ہے۔ بلکہ نسبتاً  
اس کے جو دوسری راہ سے پہنچے۔ اور وہ دوسری راہ اس فقیر کے خیال میں سنت سنیہ اعلیٰ صاحبنا الصلوٰۃ والسلام  
کی اتباع کا احترام اور بدعت کے نام و نشان سے بھی پرہیز کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ اور بدعت حسنہ سے بھی  
جب تک بدعت سنیہ کی طرح پرہیز نہ کرے گا۔ اس دولت کی خوشبو بھی اس کی جان کے دل و دماغ میں نہ پہنچے  
گی۔

۱۱۸ مکتوبات شریف کے بہت سے مقالات میں حضرت امام ربانی قدس سرہ ہمامی نے بدعت کی بڑی شدت سے مذمت کی  
ہے۔ یہاں تک کہ بعض مقالات میں کہنے لگتا ہے کہ کوئی بدعت حسنہ نہیں۔ اور بدعت سے پناہ دے دی ہے۔ حضرت امام ربانی  
رحمۃ اللہ علیہ کے اس طرح کے الفاظ کو وہ لوگ دلیل بناتے ہیں۔ جنہیں بدعت کا پسند ہو چکا ہے۔ اور ہر چیز انہیں بدعت نظر آتی ہے۔ لیکن  
حاصل یہ لوگ آپ کی عبارت سے لوگوں کو بدعت کے اور مفہام میں ڈالتے ہیں۔ جیسا کہ ان کی عادت ہے۔ نظر اضافے سے دیکھا جائے تو  
بانت صحت اس قدر ہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ کے نزدیک بدعت حسنہ سرے سے بدعت میں داخل ہی نہیں۔ بلکہ وہ سنت میں داخل  
ہے۔ کیونکہ آپ کے نزدیک ہر وہ چیز جس کی اصل کتاب و سنت میں موجود ہے۔ بدعت نہیں۔ بلکہ ملحق بالسنت ہے۔ جیسا کہ تعامل اور  
قیاس فہمی کو آپ نے اسی مکتوب میں ملحق بالسنت قرار دیا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے موقف و مسلک کی یہ توجیہ و توجیہ بکمال ارضائی بقائے قدس کی ہے۔ بلکہ مکتوبات کے مشین  
کی تصریحات کے علاوہ عقد مکتوبات میں اس توجیہ کے زروست اور واضح شواہد موجود ہیں۔ یہ شواہد اور بدعت سے متعلق حضرت امام  
ربانی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک و دفتر اہل کے مکتوب ۱۱۸ کے حاشیہ میں تجویز نے قدسے تفصیل سے تحریر کر دیا ہے۔ قارئین حضرات اس کا  
حوار مطالعہ فرمائیں۔ نیز مسند بدعت میں حضرت امام ربانی قدس سرہ کا مسلک و موقف میں نے اپنی بیعت مسلک امام ربانی میں مسند  
بدعت کے عنوان سے کافی تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اور مخالفین کے مغالطوں کی حقیقت فشت اذہام کی ہے۔ اس کا مطالعہ بھی  
ہنریت مفید ہے۔ تاکہ غلط فہمی نہ ہو۔



اور یہ بدعت سے اجتناب کچھ کل تو بہت مشکل ہو گیا ہے کہ ساری دنیا بدعت کے دریا میں غرق ہو چکی ہے۔ اور بدعت کے اندھیروں میں آرام حاصل کر رہی ہے۔ کس کی مجال ہے کہ بدعت کو دور کرنے کا کام دے۔ اور سنت کو زندہ کرنے کے لئے لب کشائی کرے۔ اس وقت کے اکثر علماء بدعت کو رواج دینے والے اور سنت کو مٹانے والے ہیں۔ عالمگیر بدعات کو خلق کا تعامل قرار دیتے ہوئے اس کے جواز بلکہ اس کے استحکام کا فتویٰ دیتے ہیں۔ اور لوگوں کو بدعت کی طرف راہنمائی کرتے ہیں۔ اچھا یہ تو بتائیں کہ کیا فتویٰ دیتے ہو۔ اس صورت میں کہ گمراہی عام پھیل جائے۔ اور باطل متعارف ہو جائے۔ اور لوگ اس پر عمل کرنے لگیں؟ ان علماء کو شائد یہ بھی معلوم نہیں کہ مطلقاً تعامل استحسان کی دلیل نہیں ہے۔ اور وہ تعامل جو معتبر ہے۔ وہ ہے جو کہ ابتدائی دور سے آ رہا ہو۔ اور یا پھر تمام لوگوں کے اجماع سے حاصل ہو۔ جیسا کہ قادیانی غیانیہ میں ذکر کیا گیا ہے۔ شیخ شہید رحمہ اللہ سہانہ نے فرمایا کہ

ہم مشائخ بلخ کے استحسان کو قبول نہیں کرتے۔ بلکہ ہم اپنے متقدمین اصحاب کے اقوال کو قبول کریں گے۔ کیونکہ ایک شہر کا تعامل جواز پر دلالت نہیں کرتا۔ جواز پر وہ تعامل دلالت کرے گا جو کہ اسلام کے ابتدائی دور سے لے کر مسلسل آ رہا ہو تاکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تقریر پر دلیل ہو۔ کہ آنحضرت نے لوگوں کو اس پر چھوڑا۔ تو یہ حقیقت میں آنحضرت علیہ علیہ السلام کی شریعت ہو گا۔ اور اگر ایسا نہ ہو۔ تو پھر لوگوں کا فعل جوت نہیں ہو گا۔ ماسوائے اس صورت کے کہ تمام شہروں کے تمام آدمی اس پر عمل کریں۔ تاکہ یہ اجماع ہو جائے۔ اور اجماع جھٹ ہے۔ کیا تم اس بات پر غور نہیں کرتے۔ کہ اگر کچھ لوگ شراب کی تجارت یا سوکے رواج کو تعامل بنالیں۔ تو ان کے حلال ہونے کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا۔

اور اس میں شک نہیں ہے۔ کہ تمام لوگوں کے تعامل اور تمام شہروں اور بستیوں کے عمل کا علم حاصل کرنا بشر طاقت سے باہر ہے۔ باقی رہا ابتدائی دور کا تعامل جو کہ حقیقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لوگوں کو اس عمل پر برقرار رکھنا ہے۔ اور حقیقت میں وہ آپ ہی کی سنت ہے۔ وہ تعامل بدعت کیسے ہو سکتا ہے۔ اور بدعت حسنہ وہ کب ہے؟

صحابہ کرام کو تمام کمالات کے حصول میں صرف خیر البشر علیہ وعلیہم الصلوٰت والتسلیمات کی صحبت ہی کافی تھی۔ اور علماء سلف میں سے جو بھی رسول کی دولت سے مشرف ہوا ہے۔ اور صوفیاء کے طریق کے اختیار کرنے اور سلوک اور جذبہ سے قطع مسافت کرنے کے بغیر اس دولت سے مشرف ہوا ہے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ساری کی دوائی متابعت اور ناپائیدہ بدعات سے پرہیز کرنے کی وجہ سے اس مرتبہ پر پہنچا ہے۔ اسے اللہ میں بھروسہ تھا سنت علیہ وعلیہ السلام وعلیہم الصلوٰت والسلام سنت کی متابعت پر ثابت قدم رہا۔ اور بدعات کے ارتکاب سے بچا۔



مقابلت کا پانچواں درجہ انحضرت علیہ وعلیٰ آکر الصلوٰۃ والسلام کے کمالات کی اتباع کا ہے۔ کہ ان کمالات کے حصول میں علم اور عمل کو کوئی دخل نہیں ہے۔ بلکہ یہ صرف اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان سے وابستہ ہے۔ اور یہ نہایت ہی بلند مقام ہے۔ پہلے ذکر شدہ مرتبہ کو اس مرتبہ سے کوئی نسبت ہی نہیں ہے۔

اصل میں یہ کمالات اولوالعزم انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے ساتھ مخصوص ہیں۔ اور تعینت و وارثت کے طور پر جس کو بھی اس دولت سے شرف فرمادیں

اور مقابلت کا چھٹا درجہ انحضرت علیہ وعلیٰ آکر الصلوٰۃ والسلام کے ان کمالات کی اتباع ہے۔ جو انحضرت علیہ وعلیٰ آکر الصلوٰۃ والسلام کے مقام محبوبیت کے ساتھ مخصوص ہیں۔ جس طرح درجہ پنجم میں کمالات کا فیضان محض فضل اور احسان سے تھا۔ اسی طرح اس چھٹے درجہ میں انحضرت کے کمالات کا فیضان صرف محبت سے ہے۔ جو کہ پہلے فضل اور احسان سے بلند ہے۔ اور مقابلت کا یہ درجہ بھی بہت ہی کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔

پہلے درجہ کو چھوڑ کر مقابلت کے باقی پانچ درجے سب کے سب عروج کے مقامات سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور ان کا حصول عروج سے وابستہ ہے۔

مقابلت کا ساتواں درجہ وہ ہے۔ جو نزول و سقوط سے تعلق رکھتا ہے۔ اور مقابلت کا یہ ساتواں درجہ پہلے تمام درجات کا جامع ہے۔ اس لئے کہ اس مقام میں نزول بھی تصدیق قلب اور اطمینان نفس ہے۔ اور جسم کے عین اربعہ کا اعتدال بھی اس میں ہے۔ کردہ سرکشی اور نافرمانی سے باز آجاتے ہیں۔ یوں بگھیں کہ پہلے درجات اس مقابلت کے اجزاء تھے۔ اور یہ درجہ ان کے لحاظ سے کل کی حیثیت رکھتا ہے۔

اس مقام میں پہنچ کر تالیق اپنے مقبوع سے اس طرح کی مشابہت پیدا کر لیتا ہے۔ کہ گویا پیروی (تبعیت) کا نام درمیان سے اٹھ جاتا ہے۔ اور تابع اور مقبوع کا امتیاز دور ہو جاتا ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ تابع اپنے مقبوع کی طرح جو کچھ بھی حاصل کرتا ہے۔ وہ اصل سے براہ راست حاصل کرتا ہے۔ گویا دونوں ایک ہی چشمہ سے پانی پیتے ہیں۔ اور دونوں ایک ہی پہلو کی آغوش میں ہیں۔ اور دونوں ایک ہی بستر میں ہیں۔ اور دونوں شیر و شکر کی طرح ملے جڑے ہوتے ہیں۔ تابع کہاں ہے۔ اور مقبوع کون؟ اور تبعیت کیسی؟ اتحاد نسبت میں تفاسیر نسبت کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

عجب معاملہ ہے۔ کہ اس مقام میں جتنا بھی گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے۔ تبعیت کی نسبت بالکل معلوم نہیں ہوتی۔ اور تابعیت اور مقبوعیت کا کوئی امتیاز نظر نہیں آتا۔ بس اتنا ہے۔ کہ تابع اپنے آپ کو طفیلی سمجھتا ہے۔ اور اپنے آپ کو نبی کے کمالات کا وارث جانتا ہے۔ (علیہ وعلیٰ آکر الصلوٰۃ والسلام) یہ تو یقینی بات ہے۔ کہ تابع اور ہوتا ہے۔ اور طفیلی اور وارث اور ہر چند کہ یہ سب بظاہر تابع کی قطار میں نظر آتے ہیں۔ لیکن یہ تو ظاہر ہے۔ کہ تابع میں

قبول کی جیلوئے (حاصل ہونا) درکار ہے۔ اور طفیل اور وارث کے لئے قبوع کا حاصل ہونا درکار نہیں ہے۔ تابع اپنے قبوع کا بچا کچھا کھانا کھاتا ہے۔ اور طفیل ضمنی طور پر ساتھ بیٹھ کر کھانے والا ہے۔  
 قدر محقر یہ کہ جو دولت بھی آئی ہے۔ وہ اصل میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے لئے آئی ہے۔ اور اسلئے کی سعادت مندی اس میں ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کی طفیل اس دولت سے مستفید ہوں۔ اور ان کا پس خوردہ تناول فرمائیں۔ ۵

۱۱۲۳ در قافلہ کدوست دائم نرم

ایں میں کر سرد زرد و باگ جبرم

کامل تبع وہ شخص ہے۔ جو ان رست درجہات میں پوری طرح متابعت سے آراستہ ہو۔ اور جو بعض درجات میں تو متابعت نہ رکھتا ہو۔ اور بعض میں متابعت نہ رکھتا ہو۔ وہ منہدم تابعین میں سے ہے۔ گوان کے درجات الگ الگ ہیں۔ علماء ظاہر پہلے درجہ میں ہی طوش ہیں۔ کاش کہ وہ اس درجہ کو ہی ابھی طرح سرانجام دیتے۔ ان لوگوں نے صرف شریعت کی صورت میں ہی متابعت کو منحصر کر رکھا ہے۔ اور اس کے علاوہ دوسرے امور کی طرف توجہ ہی نہیں کرتے۔ اور صوفیاء کے طریقہ کو جو کہ درجات متابعت کے حصول کا وسیلہ ہے۔ بیکار تصور کرتے ہیں۔ اور ان میں سے اکثر مقتدا اور پیروئے ہدایت اور ہزدستی کے اور کسی کو نہیں سمجھتے۔ ۵

۱۱۲۴ چمن اک کرے کہ در سنگے نہاں است

زمین و آسمان او ہنس است

اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہمیں اور تمہیں حضرت محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام والبرکۃ والتقیہ کی پسندیدہ متابعت میں پوری طرح ثابت قدم رکھے۔ اللہ تعالیٰ ان پر اور ان کے دوسرے بھائیوں انبیاء کرام اور ملائکہ عظام اور ان کے تمام تابعداروں پر قیامت تک اپنی رحمتیں اور سلامتی اور برکات نازل فرمائے۔ آمین۔

۱۱۲۵ جس قافلہ میں وہ ہے۔ میں ہاشا ہوں۔ کہ میں اس میں نہیں پہنچ سکتا ہمسافرا کافی ہے۔ کہ دور سے مجھے گشتی کی آواز

آتی ہے۔ ۵

۱۱۲۶ ہدایت شیخ الاسلام بران الدین علی بن ابی بکر رفیقانی صغریٰ متوفی ۹۷ھ کی مشہور و مستند تصنیف ہے۔ ۱۰

۱۱۲۷ یعنی نورا الاسلام ابو الحسن علی بن محمد بن حسین جزوی۔ ۵

۱۱۲۸ اس کیلئے کی طرح جو کہ پتھر میں پوشیدہ ہے۔ اس کا آسمان اور زمین تو وہی پتھر ہے۔ ۱۰



# مکتوب نمبر ۵۵

عالی درجات مخدوم زادگان خواجہ محمد سعید اور خواجہ محمد مصوم کی طرف صلا فرمایا۔

اس بیان میں کہ قرآن مجید شریعت کے تمام احکام کا جامع ہے۔ اور حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب اور صوفیائے کرام کی مدح اور اس بات کے بیان میں کہ تقدوس کا دایہ مدار شریعت پر ہے۔ اور اس بیان میں کہ الہامی احکام ہر وقت ثابت ہیں۔ اس سے مناسب امور کے بیان میں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي وَهَبَ لِي عَلَىٰ عِبَادَةِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ

قرآن مجید تمام احکام شرعیہ کا جامع ہے۔ بلکہ تمام پہلی شریعتوں کا بھی جامع ہے۔ اس اتنی بات ہے۔ کہ اس شریعت کے بعض احکام ایسے ہیں جو عبارتہ انشق اور اشارۃ انشق اور دلالت انشق اور اقتضا انشق سے معلوم ہوتے ہیں۔ اور اہل سنت میں سے عوام اور خواص ان کو سمجھنے میں برابر ہیں۔ اور احکام کی دوسری قسم وہ ہے جو کہ اجتہاد و استنباط کے ذریعہ معلوم ہوتے ہیں۔ اور ان احکام کا سمجھنا ائمہ مجتہدین کے ساتھ خاص ہے۔ بقول چھوڑ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام اور آپ کی امت کے تمام مجتہد سب شامل ہیں۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو کہ وحی کا زمانہ تھا۔ اجتہادی احکام خطا اور ثواب میں متزلزل نہ تھے۔ بلکہ یقینی وحی سے خطا کرنے والے کی غلطی اور درست اجتہاد کرنے والے کی درستگی بالکل الگ الگ ہو جاتی تھی۔ اور حق اور باطل آپس میں ملے جلے نہ رہتے تھے۔ کیونکہ غلطی پر ثابت اور برقرار کھٹانہی کے لئے جائز نہیں ہے۔ برخلاف ان احکام اجتہادیہ کہ جو کہ وحی کے زمانہ کے بعد مجتہدین کو بطریق استنباط حاصل ہوئے ہیں۔ ان میں خطا اور ثواب دونوں کا احتمال ہے۔

یہی وجہ ہے کہ وہ اجتہادی احکام جو کہ وحی کے زمانہ میں ثابت ہو چکے ہیں۔ وہ موجب یقین ہیں۔ اور عمل اور افتاء کے اثبات کے لئے مفید ہیں۔ اور جو وحی کے زمانہ کے بعد ثابت ہوئے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ موجب ظن ہیں۔ عمل کے لئے تو مفید ہیں۔ لیکن افتاد کے اثبات میں ناکافی ہیں۔

اور قرآن مجید کے احکام کی تیسری قسم وہ ہے کہ انسانی طاقت ان کے سمجھنے سے قاصر ہے۔ جب تک خداوند تعالیٰ جل سلطانہ کی طرف سے ان کی اطلاع نہ ہو۔ ان احکام کو نہیں سمجھا جاسکتا اور اس اطلاع کا حصول بغیر علیہ و علی اکمل الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور بغیر کے علاوہ اور کسی کو اس کی اطلاع نہیں ہوتی



یہ احکام اگرچہ قرآن مجید سے ماخوذ ہیں۔ لیکن چونکہ ان کا اظہار مثنیٰ علیہ علیٰ اکر اصولۃً و اسلام کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔ تو مجوز ان کو سنت کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کا اظہار سنت کی طرف سے ہونے پر ہر ایک اسی طرح بھیجے کہ احکام اجتہادیہ کو قیاس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کا مظہر قیاس ہے۔ پس سنت اور قیاس دونوں مظہر احکام ہیں۔ اگرچہ ان دونوں میں بہت فرق ہے۔ مگر ان میں سے ایک (قیاس) کا اعتقاد تو رائے پر ہے جس میں غلطی کا امکان ہے۔ اور دوسرے سنت کو خدا تعالیٰ کی اطلاع کی تائید حاصل ہے جس میں غلطی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ لہذا یہ آخری قسم اصل (قرآن مجید) کے ساتھ کمال مشابہت رکھتی ہے۔ گویا کہ احکام کی مثبت نہی ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ تمام احکام کی مثبت وہی کتاب عزیز (قرآن مجید) ہے

جان لینا چاہیے کہ اجتہادی احکام میں امتی کا بغیر علیہ الصلوٰۃ و السلام سے اختلاف ممکن ہے۔ لیکن شرط یہ ہے۔ کہ وہ غیر امتی اجتہاد کے مرتبہ کو پہنچ چکا ہو۔ اور وہ احکام جو کہ بدلت النقص اور اشدۃ النقص اور دلائل النقص سے ثابت ہوں۔ اور اسی طرح وہ جو سنت سے ثابت ہوں۔ ان میں کسی کو مخالفت کی مجال نہیں ہے۔ بلکہ تمام امت پر ان کی اتباع لازم ہے۔ پس امت کے مجتہدین کے لئے اجتہادی احکام میں بغیر ہر رائے کی متابعت لازم نہیں ہے۔ بلکہ اس مقام پر درست یہ ہے۔ کہ مجتہد اپنی رائے پر عمل کرے۔

اس جگہ ایک باریک نکتہ ہے۔ جان لینا چاہیے۔ کہ وہ بغیر جو اولوالعزم یا بغیر کسی شریعت کے تابع ہیں۔ ان پر صرف انہی احکام کی اتباع لازم ہے۔ جو کہ ان کی کتابوں اور صحیفوں سے بطریق عبارت و اشارۃ و دلائل آنحضرت ثابت ہوں۔ نہ کہ وہ احکام جو ان کے اجتہاد اور سنت سے ظاہر ہوتے ہیں۔ کیونکہ اجتہادی احکام میں جب ایک امتی مجتہد کو بھی بغیر سے اجتہاد میں اختلاف کی گنجائش ہے۔ تو تابع بغیر پر ان احکام کی اتباع کیسے لازم ہو سکتی ہے۔ اور وہ احکام جو سنت سے ثابت ہوئے ہوں۔ ان میں جس طرح بغیر اولوالعزم کو اطلاع خداوندی ہوتی ہے۔ اسی طرح اولوالعزم یا بغیر کو بھی ہوتی ہے۔ پھر متابعت کیسی؟ بلکہ متابعت کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ کیونکہ ہر وقت اور ہر گروہ کے اندازہ کے مطابق اللہ تعالیٰ کی طرف سے الگ الگ احکام نازل ہوتے ہیں۔ کبھی حلت مناسب ہوتی ہے۔ تو کسی وقت حرمت۔ اور یہ محل و حرمت دونوں ہی خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ محیط سے ماخوذ ہوتی ہیں۔ جیسے کہ دو مجتہد ایک ہی مائذ سے دو مختلف حکم اخذ کرتے ہیں۔ ایک اسی حدت سے حل بچھتا ہے۔ اور دوسرا حرمت۔ سوال :- اس اختلاف کی اجتہاد میں تو گنجائش ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اس کا دار مدار قیاس و رائے پر ہے۔ جس میں غلط اور صحیح دونوں کا احتمال ہے۔ لیکن یہ صورت خداوند تعالیٰ کے اعلام و اطلاع میں گنجائش نہیں رکھتی۔ اس لئے کہ وہاں غلط اور درست میں تردد جائز نہیں ہے۔ بلکہ حق و باطل کے نزدیک تو یقینی طور پر ایک ہی حکم ہے۔ اگر حلال ہے تو حرام کی گنجائش نہیں ہے۔ اور اگر حرام ہے۔ تو حلال کی مجال نہیں ہے۔



جواب : ہو سکتا ہے۔ کہ ایک قوم کی نسبت وہی چیز حلال ہو۔ اور دوسری قوم کے لئے وہ حرام ہو۔ پس خداوند تعالیٰ کا حکم ایک ہی واقعہ میں متعدد ہو سکتا ہے۔ جب قومیں الگ الگ ہوں۔ اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے ہاں ختم الرسل کی امت میں یہ صورت درست نہیں ہے۔ کیونکہ تمام لوگ ایک ہی شریعت کے احکام کے محکوم ہیں۔ لہذا ایک ہی واقعہ میں خداوند تعالیٰ کے دو حکم مختلف نہیں ہوں گے۔

سوال : پیغمبر اولوالعزم ایک چیز کی حلت کا حکم کرتا ہے۔ اور پیغمبر متابع اسی چیز کو حرام ٹھہراتا ہے۔ تو لازم آئے گا۔ کہ حکم ثانی حکم اول کا ناسخ ہو۔ اور یہ جائز نہیں ہے۔ کیونکہ کسی چیز کو منسوخ کرنا پیغمبر اولوالعزم کے ساتھ خاص ہے۔ وہ پیغمبر ناسخ نہیں ہو سکتا۔

جواب : جو نسخ اس صورت میں لازم آتا ہے۔ کہ حکم ثانی تمام لوگوں کے لئے عام ہو۔ تاکہ اس حکم کو رفع کرے جو ایک گروہ کی نسبت دیا گیا تھا۔ اور یہاں حکم ثانی عام نہیں ہوتا۔ بلکہ ایک گروہ کی نسبت اس کو حرام کیا گیا ہے۔ اس کا پہلے حکم سے کوئی اختلاف نہیں ہے۔ کیا تم اس پر غور نہیں کرتے۔ کہ ایک ہی واقعہ میں ایک مجتہد حلت کا فتویٰ دیتا ہے۔ اور اسی واقعہ میں دوسرا مجتہد حرمت کا فیصلہ کرتا ہے۔ اور ان میں تسخیر نہیں ہوتا۔

ہاں یہ تو صحیح ہے۔ کہ ان دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ کہ اس جگہ انسانی رائے ہے۔ اور اس جگہ خداوندی اطلاق رائے میں متعدد حکم کی گنجائش ہے۔ اور اعلام میں گنجائش نہیں ہوتی۔ لیکن تعدد اقوام سے اس کا علاج ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ پس پہلی شریعتوں میں بھی ان حکام میں جو کہ پیغمبر ان اولوالعزم کی کتابوں اور پیغمبروں سے لمحاظت معلوم ہوتے ہیں۔ پیغمبر ان متابع کو بھی ان میں مخالفت کی مجال نہیں ہے۔ اور یہاں احکام میں بھی جو سب لوگوں کے لئے وارد ہوتے ہیں۔ ہر متابع پیغمبر جس قوم کو بھی وہ تبلیغ کرے گا۔ ان احکام کے خلاف تبلیغ نہ کرے گا۔ اگر حلال ہے۔ تو سب کے لئے حلال ہے۔ اور اگر حرام ہے۔ تو سب کے لئے حرام ہے۔ اس وقت تک کہ کوئی اور اولوالعزم پیغمبر نہ آئے۔ اور اس حکم کو انشاء سے۔ اس وقت نسخ مقصور ہوگا۔

پس نسخ ان احکام میں ہوتا ہے۔ جو کہ بحسب لغت صحیفہ منزل سے ثابت ہوں۔ اور وہ احکام جو اجتہاد اور اہل علم سے ثابت ہوں۔ اور سنت اور اجتہاد کی طرف منسوب ہوں۔ ان میں نسخ نہیں ہوتا۔ کہ ایسے احکام بعض لوگوں کیلئے ہوتے ہیں۔ اور بعض اس سے مستثنیٰ ہوتے ہیں۔ پس ایک پیغمبر کا اجتہاد اور اس کی سنت دوسرے پیغمبر کے اجتہاد اور سنت کی ناسخ نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ کسی دوسری قوم کے لئے ہوتا ہے۔ اور یہ کسی اور قوم کے لئے۔ ہاں اگر یہ اختلاف سب لوگوں کے لئے یا کسی ایک ہی قوم کیلئے ہو تو اس صورت میں واقعی نسخ ہوگا۔ جیسا کہ اس شریعت میں ہے۔ جو کہ تمام لوگوں کے لئے ہے۔ حکم ثانی حکم اول کے لئے ناسخ ہوگا۔ پس ہمارے پیغمبر علیہ السلام کی پہلی سنت ان کی پہلی سنت کی ناسخ ہوگی۔



اور حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام جو کہ بعد نزول اس شریعت کی اتباع کریں گے۔ اُن سرور علیہ و علیٰ کلمہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کی اتباع ہی کریں گے۔ کہ اس شریعت کا نسخ جائز نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ علماء ظواہر حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے اجتہادات کی اپنے مانعہ کے کمال اور دقیق ہونے کی وجہ سے مخالفت کریں اور ان کو کتاب و سنت کے مخالف سمجھیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حال امام اعظم ابو حنیفہ کو فی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح ہے۔ کہ پیر پیر نگاری اور تقویٰ کی برکت اور سنت کی متابعت کی دولت سے اجتہاد اور استنباط کے نہایت بلند درجہ پر پہنچ چکے ہیں۔ کہ دوسرے لوگ اس کے سمجھنے سے بھی قاصر ہیں۔ اور وقت معافی کی وجہ سے ان کے اجتہادات کو کتاب و سنت کے مخالف سمجھتے ہیں۔ اور ان کو اور ان کے اصحاب کو اصحاب الراءتے کہتے ہیں۔ اور یہ سب کچھ ان کے علم اور وراثت کی حقیقت اور ان کے فہم پر مطلق نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔

اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اشاروں سے ان کی فحاشت کی وقت کو معلوم کیا۔ اور کہا تمام فقہاء ابو حنیفہ کے عین ہیں۔ انوس ان قاصر نظروں کی جماعت پر کہ اپنے قصور کو دوسروں کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

۱۔ قاصر سے گرگند ایں قافلہ را طعن قصور  
حاشش لشکر بر کرم ہزبان ایں گلہ را

۲۔ ہمز شیران جہاں بستہ ایں سلسلہ اند  
لعبہ از میلہ چساں بگسلد ایں سلسلہ را

۱۔ ہمز متقدم حضرات کم فہمی کی بنا پر اُنے دن کسی نہ کسی مسلک صنفی پر اعتراض و تنقید کرنے لگتے ہیں۔ اور اس گروہ کے تشدد سے دینی کے سادہ تقلید انکار اور اجتہادی مسائل کو بدعت منہ اور بدعت ضلالت قرار دیتے ہیں۔

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مکتوب میں نہایت جامع انداز میں مسلک حنفی کی تعصیب و تائید کی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس مکتوب میں آپ نے اپنے حنفی اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مقلد ہونے کا حق ادا کر دیا ہے۔ اور ناقدین و معترضین کی پوری پوری خبر لی ہے۔ حضرت شیخ مہد رضی اللہ عنہ کی تحقیق کا غلام درج ذیل ہے۔

۱۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر پیر نگاری، تقویٰ اور متابعت سنت کی برکت سے اجتہاد و استنباط کے نہایت درجہ پر فائز ہیں۔ لوگ آپ کی بلندی شان سمجھنے سے قاصر ہیں۔

۲۔ ناقدین و معترضین امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر اور آپ کی اجتہادی اور فقہی کلاشوں پر اس وجہ سے اعتراض کرتے ہیں۔ کہ یہ لوگ اپنی کم علمی کے باعث آپ کے دقیق اصول و اجتہاد اور استنباط کو سمجھ سکے۔ اسی کوتاہی کے باعث آپ کے اجتہادات کو کتاب و سنت کے خلاف اور آپ اور آپ کے تلامذہ اور ساتھیوں کو اپنی رائے کی پیروی کرنے والے قرار دیتے ہیں۔

۳۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت شن کے اس قدر معترف ہیں۔ کہ تمام فقہاء کو آپ کا عیال کہتے ہیں۔ کو تلامذہ معترضین پر انوس کہ اعلیٰ اپنا قصور نظر نہیں آتا۔ بلا سوچے سمجھے اعتراض کرتے ہیں۔ (ماشیر مصلو آئندہ)



۴ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام قیامت میں مسمیٰ کے ایوان کے لئے آسمان سے نازل ہو کر زمین پر تشریف لائیں گے۔  
تو شرعی فیصلے فقہ حنفی کے مطابق کریں گے۔ یعنی خدا تعالیٰ کا ایک جلیل القدر نبی ہی حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اجتہاد و استنباط  
کی صداقت پر ہر تصدیق و توثیق ثبت کرے گا۔

۵ ارباب کشف کے مشاہدہ میں بھی یوں آتا ہے۔ کہ حنفی مذہب کی نورانیت و دیانے عظیم کی طرح ہے۔ باقی مذاہب اس کے  
سامنے حوض اور چھوٹی چھوٹی نہروں کی طرح ہیں۔

۶ ظاہر دیکھنے میں بھی یہی نظر آتا ہے۔ کہ کراہل اسلام کی اکثریت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کی پیروی ہے۔ اور یہ بات  
بھی اس کے حق ہونے کی دلیل ہے۔

۷ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اتباع سنت و اہل سنت نے حدیث کا یہ عالم ہے۔ کہ آپ مرسل احادیث کی پیروی بھی مسند  
احادیث کی طرح کرتے ہیں۔ اور مصباحی کی لئے کو بھی اپنی رائے سے مقدم جانتے ہیں۔ دوسروں کا یہ مسلک نہیں۔

۸ انوس کراس قدر احتیاط کے باوجود یہ بالاصاف لوگ آپ کو اپنی رائے کا پیرو کار قرار دیتے ہیں۔ اور آپ کی شان میں بے ادبی  
کرتے ہیں۔

۹ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو توفیق دے۔ کہ اہل اسلام کے نامہ امام کی دل گذری نہ کریں۔ سواد اعظم گروہ اہلسنت کو دکھ نہ  
دیوں۔ یہ منافقین خدا تعالیٰ کے نور کو اپنی ہونکوں سے بھجنا چاہتے ہیں۔ (لیکن اپنے اس فاسد ارادے میں اللہ تعالیٰ قیامت  
کا عذاب نہیں ہوں گے۔

۱۰ منافقین اگر دل سے اس بات کے قائل ہیں۔ کہ حنفی فقہ پر پختہ دماغے کتاب و سنت کے مقابلے میں اپنے امام کی رائے کو کچھ  
ہیں۔ تو پھر علانیہ طور پر احکام اسلام سے خارج قرار دیں۔ تاکہ دنیا میں صورت عمل سے اگھ ہو جائے۔

۱۱ ان کو تا اندیش لوگوں نے دراصل چند احادیث یاد کر رکھی ہیں۔ احکام دین کو صرف انہیں میں منحصر سمجھتے ہیں۔ اپنی معذرت  
کے ماسوا دوسری چیزوں کی نفی کرتے ہیں۔

۱۲ ہزار انوس ان کے خشک تعصب اور فاسد نظریہ

مجھے امید ہے۔ کہ حاشیہ کی صورت میں دیکھا گیا یہ خلاصہ مزے تلاشی ایمان و ایقان کا فائدہ بنے گا۔ اور ممکن ہے کہ غیر مقلد  
صنعت میں سے جو منصف مزاج ہیں۔ انہیں بھی اللہ تعالیٰ ہدایت عطا کرے۔ کہ وہ بھی سواد اعظم کے طریقہ کو اختیار

کریں۔ اور تعصب اور کج روی سے باز آئیں۔ اللہ تعالیٰ ہی ہدایت و درستی کی تعمین دینے والا ہے۔ محمد سعید احمد غفرلہ

۱۳ اگر کوئی کوتاہ نظر اس قافلہ پر قصور کا طعن کرتا ہے۔ تو خدا پاک ہے۔ کہ میں زبان پر اس کا کلام لافوں۔

۱۴ تمام دنیا کے شیر اس سلسلہ میں جکڑے ہوئے ہیں۔ بوڑھی حید سے اس زنجیر کو کیسے توڑ سکتی ہے۔

اور اسی مناسبت سے جو وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے رکھتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ خواجہ محمد پارسا نے فقہوں  
میں سے ایک کو لکھا ہے۔ اسی نے لکھا ہو کہ حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام بعد از نزول امام ابو حنیفہ کے مذہب  
پر عمل کریں گے۔ یعنی حضرت روح اللہ کا اجتہاد امام اعظم کے اجتہاد کے مطابق ہوگا۔ نیز کہ وہ اس مذہب کی تقلید کریں گے۔  
کہ ان کی شان اس سے بہت بلند ہے۔ کہ وہ علمائے امت کی تقلید کریں۔

بلکہ تعصب و تکلف یہ کہا جاسکتا ہے۔ کہ اس مذہب کی نورانیت کشفی طور پر دیائے عظیم کی طرح نظر آتی ہے۔ اور  
باقی دوسرے تمام مذہب اس کے مقابل حوض اور چھوٹی نہروں کی طرح معلوم ہوتے ہیں۔ اور ظاہر میں بھی جو کچھ نظر آ رہا ہے  
وہ یہ ہے۔ کہ اہل اسلام کی اکثریت ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کی پیرو ہے۔ اور یہ مذہب کثرت متبعین کے باوجود  
اصل اور فروع میں دوسرے تمام مذاہب سے متمیز ہے۔ اور استنباط میں اپنا ایک الگ طریقہ رکھتا ہے۔ اور یہ  
بات اس کے حق ہونے کی دلیل ہے۔

مجیب معاملہ ہے کہ امام ابو حنیفہ سنت کی پیروی میں سب سے بڑا چمچہ کریں۔ اور مرسل احادیث کی پیروی  
بھی مسند احادیث کی طرح کرتے ہیں۔ اور ان کو اپنی رائے پر مقدم رکھتے ہیں۔ اور اسی طرح صحابی کے قول کو بھی خیر البشر  
علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کی صحبت کی وجہ سے اپنی رائے پر مقدم رکھتے ہیں۔ اور دوسروں کا یہ مسلک نہیں ہے  
اس کے باوجود مختلف ان کو اصحاب الرائے کہتے ہیں۔ اور ان کی طرف ایسے الفاظ منسوب کرتے ہیں۔ جن سے سوائی  
ظاہر ہوتی ہے۔ حالانکہ یہ سب ان کے کمال علم اور تقویٰ اور پرہیزگاری کی کثرت کے بھی معترف ہیں۔ حق سبحانہ و تعالیٰ ان  
کو توفیق دے۔ کہ وہ دین کے سرشار اور اہل اسلام کے رئیس کی دل اندازی نہ کریں۔ اور اسلام کے سوا داعظم کو ایذا نہ  
پہنچائیں۔ یہ لوگ خدا کے نور کو اپنی آنکھوں سے بھجانا چاہتے ہیں۔

وہ لوگ جو اکابر دین کو اصحاب الرائے کہتے ہیں۔ اگر یہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ کہ وہ اپنی رائے سے حکم کرتے تھے  
اور کتاب و سنت کی متابعت نہیں کرتے تھے۔ احساس صورت میں وہ اپنے گمان فاسد کی بنا پر اہل اسلام کے سوا  
اعظم کو گمراہ اور بدعتی کہتے ہیں۔ بلکہ اپنے خیال میں ان کو اہل اسلام کی جماعت سے خارج قرار دیتے ہیں۔ تو یہ عقیدہ یا تو  
وہ جاہل رکھتا ہوگا۔ جو خود اپنی ہمت سے بے خبر ہے۔ یا وہ بے دین آدمی جس کا مقصد نصرت دین کو باطل کرنا ہے۔  
چند ایک ناقص لوگوں نے چند احادیث یاد کر رکھی ہیں۔ اور احکام دین کو انہی میں منحصر سمجھتے ہیں۔ اور اپنے معتدا  
کے ماسوا دوسری چیزوں کی نفی کرتے ہیں۔ اور جو ان کے نزدیک ثابت نہیں ہے۔ اس کا انکار کرتے ہیں۔ نہ

لے چوں آں کرے کہ در سگے نہان است زمین و آسمان او ہمان است

نہرا نسوس ان کے خشک تعصب اور ان کی نظر فاسد پر کہ فقہ کے ہانی ابو حنیفہ ہیں۔ اور لوگوں نے فقہ کا تین  
چوتھائی حصہ ان کے لئے مسلم رکھا ہے۔ اور صرف باقی چوتھائی حصہ میں دوسرے فقہان کے شریک ہیں۔ اور فقہ میں



صاحب خانہ وہ ہے۔ اور دوسرے سب اس کے عیال ہیں۔ باوجودیکہ میں مذہب حنفی کا پابند ہوں۔ لیکن مجھے امام شافعی سے گویا ذاتی محبت ہے۔ ان کو بزرگ سمجھتا ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض نفی اعمال میں میں ان کے مذہب کی تقلید کرتا ہوں۔ لیکن کیا کروں۔ کہ دوسرے فقہا کو میں باوجود بے انتہا علم اور کمال تقویٰ کے امام ابوحنیفہ کے مقابل میں بچوں کی طرح دیکھتا ہوں۔ اور حقیقت معاملہ خدا تعالیٰ کے سپرد ہے۔

اب ہم اصل بات کی طرف آتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ اوپر گزر چکا ہے۔ کہ اجتہادی احکام میں مختلف کتا اگرچہ وہ اختلاف پیغمبر ہی سے صادر کیوں نہ ہو۔ نسخ کو مستلزم نہیں ہے۔ برخلاف اس اختلاف کے جو کتاب و سنت کے احکام میں ہو۔ کہ وہ موجب نسخ ہے۔ جیسا کہ اس کی تحقیق پہلے گزر چکی ہے۔ پس ثابت ہوا۔ کہ احکام شریعت کے اثبات میں اصل پر کتاب و سنت ہے۔ اور مجتہدین کا قیاس اور امت کا اجماع بھی احکام کا ثبوت ہے۔ ان چار شرعی دلائل کے سوا کوئی دلیل بھی احکام شریعت کی ثبوت نہیں ہو سکتی۔ امام ملت و حرمت کا ثبوت نہیں ہے۔ اور اہل باطن کا کشف فرض و سنت کا اثبات نہیں کر سکتا۔ ولایت خاصہ کے مالک اور عام مومنین مجتہدین کی تقلید میں برتا ہیں۔ اور کشف اور الہام سے ان کو کوئی فضیلت نہیں مل سکتی۔ اور وہ تقلید کی زنجیر سے باہر نہیں نکل سکتے۔ فواللہ اعلم بالصواب اور بایزید بسطامی اور حنید بغدادی اور شبلی احکام اجتہادیہ میں مجتہدین کی تقلید کے لئے میں زید۔ عروجی اور خالد کے ساتھ جو کہ عام مومنین میں سے ہیں۔ برابر ہیں۔

ہاں ان بزرگواروں کی فضیلت اور امور میں ہے۔ یہ لوگ اصحاب کشف و مشاہدہ ہیں۔ اور یہی لوگ تجلیات و طہوت کے مالک ہیں۔ جو کہ محبوب حقیقی جل سلطان کی محبت کے غلبہ میں اس کے اسوئے تعلق توڑے ہوئے ہیں۔ اور غیر غریب کو دیکھنے اور سمجھنے سے آزاد ہو چکے ہیں۔ اگر یہ کچھ حاصل رکھتے ہیں۔ تو وہی ان کا حاصل ہے۔ اور اگر حاصل ہیں۔ تو اسی سے داخل ہیں۔ دنیا میں رہتے ہوئے بھی دنیا میں نہیں ہیں۔ اور باخود ہوتے ہوئے بھی بے خود ہیں۔ اگر یہ زندہ ہیں۔ تو اسی کے لئے زندہ ہیں۔ اور اگر یہ مرتے ہیں۔ تو اسی کے لئے مرتے ہیں۔ ان کے ہمدی غلبہ محبت کے ذریعہ سے مطلوب کو دنیا کے ہر ایک ذرہ کے آئینہ میں مشاہدہ کرتے ہیں۔ اور ہر ذرہ کو اللہ تعالیٰ کے اسمانی و صفاتی مقام کمالات کا جامع سمجھتے ہیں۔ اور ان کے غمتیوں کا کیا نشان دیا جائے۔ کہ وہ بے نشان ہیں۔ ان کا ہر اقل و ماسو کو فراموش کرنا ہے۔ اور ان کے دوسرے قدم کو کیا بیان کیا جائے۔ کیونکہ وہ آفاق و انفس سے باہر ہے۔ الہام میں کہہ سکتے ہیں۔ اور کلام ان سے ہوتا ہے۔ اکابر حقیقت میں یہی لوگ ہیں۔ یہ علوم اور اسرار بلا واسطہ اصل سے اخذ کرتے ہیں۔ اور مجتہدین کی طرح کردہ اپنی رائے اور اجتہاد کے پابند ہوتے ہیں۔ یہ لوگ بھی معارف و مواجید میں اپنے الہام

خبر فرست کے تابع ہیں

حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہ نے لکھا ہے۔ کہ علوم لدنی کے فیض دینے میں حضرت خضر کی روحانیت مٹو



ہے۔ علی نبیاً و علی جمیع الانبیاء والمرسلین الصلوٰۃ والسلام۔ ظاہر ایہ بات ابتدا اور توسط کی نسبت معلوم ہوتی ہے اور ختمی کا معاملہ ہی دوسرا ہے۔ جیسا کہ عارف گشت اس کی شہادت دیتا ہے۔ اور اس کی تخصیص کا موجد حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ قول ہے۔ کہ ایک روز وہ منبر پر بیٹھ کر علوم اور معارف بیان کر رہے تھے کہ اس شامیں حضرت خضر کا گرہ ہوا۔ تو شیخ نے فرمایا۔ اے امرا نیلی! اکھلام محمدی سن۔ شیخ کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت خضر محمدی نہیں ہیں۔ بلکہ پہلی امتوں میں سے ہیں۔ اور جب ایسا ہو تو محمدیوں کو ان سے کیا واسطہ؟ پس معلوم ہوا کہ علوم اور معارف احکام شرعیہ کے علاوہ اور چیزیں ہیں جن کے ساتھ اہل اللہ مخصوص ہیں۔ یہ صحیح ہے۔ کہ وہ معارف انہی احکام کا نتیجہ اور ثمر ہیں۔ اور درخت لگانے کا مقصد انہی ثمرات کا حصول ہے۔ لیکن جب تک درخت قائم ہے۔ ثمرات کی توقع ہے۔ اور جب اصل درخت میں خلل واقع ہوگا۔ تو پھل ختم ہو جائیں گے۔ بیوقوف ہے۔ وہ آدمی جو درخت کو تو کاٹے۔ اور پھلوں کی توقع رکھے۔ جس قدر درخت کی اچھی طرح پرورش کریں گے۔ اتنا ہی وہ پھل زیادہ دے گا۔ اور پھل اگرچہ مقصود ہے۔ لیکن پھر بھی وہ درخت کی فرما ہے۔ شریعت کی پابندی کرنے والے اور شریعت میں سستی کرنے والے کی یہی مثال سمجھ لیں۔ جو شریعت کی پابندی کرتا ہے۔ وہ صاحب معرفت ہے۔ جتنی پابندی زیادہ کرے گا۔ اتنی ہی معرفت زیادہ ہوگی۔ اور جو سستی کوئے والہ ہے۔ وہ معرفت سے بے نصیب ہے۔ اور اگر بالفرض وہ اپنے فاسد لگن کی بنا پر کچھ رکھتا ہے۔ تو وہ استدرج ہے۔ کہ جوگی اور برہمن بھی اس میں شریک ہیں۔ بہرہ تحقیقت جس کو شریعت رو کر دے۔ وہ بیدینی اور الساد ہے۔

پس جائز ہے۔ کہ خواص اہل اللہ۔ اللہ تعالیٰ کے افعال اور ذات و صفات کے معارف میں بعضے امرا اور بعضے معلوم کریں۔ کہ ظاہر شریعت ان معارف سے خاموش ہو۔ اور حرکات و سکنات میں خداوند تعالیٰ کا اذن یا عدم اذن معلوم کر لیں۔ اور خدا تعالیٰ کی مرضی اور عدم کو جان لیں۔ بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے۔ کہ بعض اوقات میں بعض نقلی عبادتوں کا ادا کرنا وہ تاپسندیدہ جانتے ہیں۔ اور ان کو ان کے چھوڑ دینے کا حکم ہوتا ہے۔ اور کبھی وہ سونے کو جاننے سے بہتر سمجھتے ہیں۔ احکام شرعیہ اوقات پر مقرر ہیں۔ اور احکام الہامیہ ہر وقت ثابت ہیں۔ اور چونکہ ان کو اوقات کی حرکات و سکنات خدا تعالیٰ کے اذن سے وابستہ ہیں۔ تو لازماً دوسروں کے فوائد ان کے فرائض ہیں۔ مثلاً ایک کام ایک آدمی کی نسبت شریعت کا نقلی حکم ہے۔ اور وہی فعل کسی دوسرے کے لئے بطور الہام فرض ہے۔

پس دوسرے کبھی فوائد ادا کرتے ہیں۔ اور کبھی امور مباحہ کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اور یہ بزرگوار چکر کام کو خدا تعالیٰ کی اجازت اور حکم سے کرتے ہیں۔ تو وہ سب ان کے لئے فرض ہوتے ہیں۔ دوسروں کے مباح اور مستحب ان کے فرائض ہیں۔ اس لحاظ سے ان بزرگواروں کی بلندی مرتبہ معلوم کرنا چاہیے۔ علماء ظاہر امور دینی ہیں فیہی اخبار کو صرف انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے ساتھ مخصوص سمجھتے ہیں۔ اور دوسروں کی ان اخبار میں شرکت



جائز نہیں سمجھتے۔ اور یہ بات وراثت کے منافی ہے۔ اور بہت سے علوم اور معارف صحیحہ کی نفی ہے۔ جو کہ دین متین کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ ہاں شرعی احکام اور اربعہ سے وابستہ ہیں۔ کہ الہام کو ان میں کوئی دخل نہیں ہے۔ لیکن امور دنیویہ احکام شرعیہ کے علاوہ اور بھی بہت سے ہیں۔ کہ جن میں پانچواں اصل الہام ہے۔ بلکہ کہنا چاہیئے۔ کہ تیسرا اصل الہام ہے۔ کتاب و سنت کے بعد یہ اصل قیامت تک قائم ہے۔ پس دوسروں کو ان بزرگواروں سے کیا نسبت؟ بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے۔ کہ دوسرے لوگ بعض اوقات میں عبادت کرتے ہیں۔ اور وہ عبادت ناپسند ہوتی ہے۔ اور یہ بزرگوار بعض حالات میں عبادت چھوڑ دیتے ہیں۔ اور وہ چھوڑ دینا پسندیدہ ہوتا ہے تو حق جل و علا کے نزدیک ان کا ترک دوسروں کے فعل سے بہتر ہے۔ اور عوام اس کے برخلاف حکم کرتے ہیں۔ اس کو مابد سمجھتے ہیں۔ اور اس کو مکار اور فحشی۔

سوال ۱۔ جب دین کتاب و سنت سے مکمل ہو چکا۔ تو مکمل ہونے کے بعد الہام کی کیا ضرورت پڑی۔ اور کیا نقصان رہ گیا تھا۔ جو کہ الہام سے پورا ہوا۔

جواب ۱۔ الہام دین کے مخفی کمالات کا مظہر ہے۔ نہ کہ کمالات زائدہ کا ثبوت جیسا کہ اجتہاد احکام کا مظہر ہے اسی طرح الہام دقائق و اسرار کا مظہر ہے۔ کہ اکثر لوگوں کا فہم اس کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ ہر چند کہ اجتہاد اور الہام میں فرق واضح ہے کہ اس کا دار و مدار رائے پر ہے۔ اور اس کا دار و مدار خداوند تعالیٰ کی ذات پر ہے۔ پس الہام میں ایک قسم کی اصیلت پیدا ہو گئی۔ جو اجتہاد میں نہیں تھی۔ الہام کی مثال بنی کی مثال کی طرح ہے۔ جو کہ سنت کا ماخذ ہے۔ جیسا کہ اوپر گزر چکا۔ اگرچہ الہام فنی ہے۔ اور اعلام قطعی۔ اسے ہمارے رب ہمیں اپنی جناب سے رحمت عنایت فرما۔ اور ہمارے کام میں بھلائی پیدا کر۔ اور اسلام اس پر ہو۔ جو ہدایت کی پیروی کرے۔

## مکتوب نمبر ۵۶

مولانا عبدالقادر انبالی کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ عارف کا معاملہ اس مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ کہ دوسروں کی برائیاں اس کے حق میں

نیکی کا حکم پسند کرتی ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کی برائیوں کو نیکیوں سے بدل دیتا ہے۔ حدیث کا

معالم اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی عنایت اور اس کے حبیب علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی طفیل اس حد تک پہنچ جاتا ہے۔ کہ دوسروں کی برائیاں اس کے حق میں نیکیاں بن جاتی ہیں۔ اور دوسروں کے رذائل ان کے لئے اوصاف حمیدہ ہو جاتے ہیں۔ مثلاً ریا اور سمعہ جو کہ برائیوں سے ہیں۔ اور اوصاف رذائل میں شمار ہوتے ہیں۔ اس کے حق میں وہ حسن پیدا کرتے ہیں۔ اور شکر کا حکم اختیار کرتے ہیں۔

اس لئے کہ لا اور بیش ہر قسم کی عظمت و کبریائی کو اپنے آپ سے منسوب کر کے خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اور ہر قسم کے حسن و جمال اور خیر و کمال کو اپنے آپ سے دور کر کے خدا تعالیٰ کی طرف مخصوص کر دیتے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو سوائے برائی اور نقص کے اور کچھ بھی نہیں سمجھتے۔ اور اپنے اندر ذلت و افتقار اور ہلکائی کے سوا کچھ بھی نہیں دیکھتے۔ اور اگر بالفرض عظمت اور کبریائی کے افراد میں سے کوئی فرد بظاہر ان کی طرف متوجہ ہو تو وہ اس کو اپنے لئے زینہ پاسنے گا۔ کہ اس کے راہ سے اوپر کی طرف چڑھتا جائے گا۔ یہاں تک کہ اس ذات پاک تک پہنچ جائے گا۔ جو عظمت و کبریائی کے لائق ہے۔ اور حسن و جمال اور خیر و کمال کا بھی یہی حال ہے۔ کہ انہیں سے اس کا حصہ صرف زینہ بننے کا ہے۔ باقی امانتیں امانتوں کے مالکوں کی طرف راجع ہیں۔

پس ریا اور سمعہ کی صورت میں اس کا مقصود اپنی شہرت و فخر اور رفعت و عظمت نہیں ہے۔ بلکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی نعمت کا اظہار اور اس کے احسان کی اطلاع ہے۔ جو کہ اس کی نسبت واقع ہوا ہے۔ پس اس صورت میں ریا اور سمعہ عین حمد و شکر حق سبحانہ و تعالیٰ ہو گا۔ کہ اب وہ رذالت سے لکل گرفتار میں شامل ہو گئے اور اسی پر تمام صفات کو قیاس کر لیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی برائیوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔ والسلام

## مکتوب نمبر ۵

ملا غازی نائب کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ حق جلا و علا کا ذکر خیر البشر علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام پر درود بھیجنے سے بہتر ہے۔ لیکن وہ ذکر جو کہ قبولیت کے لائق ہو۔ یا وہ ذکر جو طالب اپنے شیخ مقتدا سے حاصل کرے۔ اور اس کے متعلقات

کچھ مدت تک میں خیر البشر علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام پر درود بھیجنے میں مشغول رہا۔ اور میں کسی ایک قسم



کے درود پڑھا کرتا تھا۔ اور دنیوی فرائض اور نتائج اس پر مرتب ہوتے محسوس کرتا۔ اور مجھے ولایت خاصہ محمدی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام والحقیر کے تقاضا اور اسرار کھلتے معلوم ہوتے۔ جب کچھ مدت اس عمل پر گزر گئی۔ تو اتفاقاً اس التزام میں سستی پیدا ہونے لگی۔ اس میں مشغول ہونے کی توفیق ناکل ہو گئی۔ اور وقتی درود پر یعنی نماز میں اگر معاملہ رک گیا۔ اس وقت مجھے یہ پسند آتا۔ کہ تسبیح اور تقدیر میں اور تہلیل کا شغل اختیار کروں۔ میں نے دل میں کہا۔ کہ اس معاملہ میں ضرور کوئی نہ کوئی حکمت ہوگی۔ دیکھیں کیا ظاہر ہوتا ہے۔

آخر اللہ تعالیٰ کی عنایت سے معلوم ہوا کہ اس وقت ذکر کرنا اور دیکھنے سے زیادہ بہتر ہے۔ درود پڑھنے والے کے لئے بھی اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی اور اس کی دو وجہ ہیں۔ ایک یہ ہے کہ حدیث قدسی میں آیا ہے کہ میں کو میرے ذکر کرنے سے مجھ سے مانگنے سے روک دیا۔ میں اسکو سوال کرنے والوں کی نسبت سب سے روک دیا۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ چونکہ ذکر کو پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام سے ماخوذ ہے۔ تو اس ذکر کا ثواب جس طرح ذکر کو پتہ چلتا ہے۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی پہنچتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ جس نے کوئی اچھا طریقہ رائج کیا۔ تو اس کو اپنا اجر بھی ملے گا۔ اور جو اس پر عمل کریں گے۔ ان کے برابر بھی اجر بھی ملے گا۔

اور یہی حال ہر نیک عمل کا ہے۔ جو کہ امتوں سے وجود میں آتے ہیں۔ اس عمل کا اجر جس طرح عامل کو پہنچتا ہے۔ پیغمبر کو بھی پہنچتا ہے۔ جو کہ اس عمل کو مقرر کرنے والا ہے۔ عمل کرنے والے کے اجر میں سے کوئی چیز کم بھی نہیں ہوتی بلکہ یہ ضروری نہیں ہے۔ کہ مکمل کرنے والا پیغمبر کی نیت سے عمل کرے۔ کیونکہ وہ حق سبحانہ تعالیٰ کی عطا ہے عمل کرنے والے کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔ ہاں اگر عمل کرنے والے سے پیغمبر کی نیت بھی وجود میں آئے۔ تو یہ عمل مگر نیکو کے لئے زیادتی اجر کا باعث ہوگا۔ اور یہ زیادتی پیغمبر کی طرف بھی عائد ہوگی۔ اور یہ اللہ کا احسان ہے جس پر چاہے کرے۔ اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

اور اس میں شک نہیں ہے۔ کہ ذکر کا اصلی مقصود اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی یاد ہے۔ اور احادیث میں اس کی تفسیل ہے۔ اور درود میں اصلی مقصود ساجد کی طلب ہے۔ اور ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ پس وہ دنیوی جو کہ ذکر کی راہ سے پیغمبر تک پہنچتے ہیں۔ وہ ان برکات سے گئی گناہ زیادہ ہوتے ہیں۔ جو کہ درود کی راہ سے اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتے ہیں۔

یہ جان لینا چاہیے۔ کہ ہر ذکر کا یہ مرتبہ نہیں ہے۔ وہ ذکر جو قبولیت کے لائق ہو۔ وہ اس بزرگ کے لئے مخصوص ہے۔ اور جو ذکر اس طرح کا نہ ہو۔ درود کو اس پر فضیلت ہے۔ اور درود سے برکات کے پہنچنے کی زیادہ توقع ہے۔ لیکن وہ ذکر طالب اپنے شیخ کامل مکمل سے حاصل کرے۔ اور طریقہ کی شرائط کے مطابق اس پر مداومت کرے۔ وہ درود پہنچنے



سے زیادہ بہتر ہے۔ کیونکہ یہ ذکر اس ذکر کا وسیلہ ہے۔ جب تک یہ ذکر نہ کرے گا۔ اس ذکر تک نہ پہنچ سکے گا۔ یہی وجہ ہے کہ مشائخ طریقت قدس اللہ اسرارہم بتدی کے لئے سوائے ذکر کرنے کے اور کچھ تجویز نہیں کرتے اس کو صرف فرائض اور سنن کی ادائیگی کا حکم دیتے ہیں۔ اور نقلی امور سے منکر تھے ہیں۔

اس بیان سے ظاہر ہوا کہ امت کا کوئی فرد بھی خواہ وہ کمالات میں کتنے ہی بلند مقام پر پہنچ چکا ہو۔ اپنے پیغمبر کے ساتھ برابر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ تمام کمالات جو اسے حاصل ہوئے ہیں۔ اس پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت کی متابعت سے حاصل ہوئے ہیں۔ پس یہ تمام کمالات اس پیغمبر کو بھی حاصل ہیں۔ اور دوسرے پیروکاروں کے کمالات بھی علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ اور اسی طرح وہ فرد کامل کسی پیغمبر کے بھی مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ اگرچہ اس پیغمبر کی کسی نے بھی پیروی نہ کی ہو۔ اور اس کی دعوت کو قبول نہ کیا ہو۔ کیونکہ یہ پیغمبر بالاصل صاحب دعوت ہے۔ اور تبلیغ شریعت کا امور اور امتوں کا انکار دعوت و تبلیغ میں کوئی قصور پیدا نہیں کرتا۔ اور یہ تو بالکل ظاہر ہے کہ کوئی کامل بھی دعوت و تبلیغ کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں میں سے وہ بندے سب سے زیادہ چاہتا ہے۔ جو بندوں کی نگاہ میں اللہ تعالیٰ کو اور اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں ہر بندہ کو محبوب و عزیز اور وہ دعوت دینے والے اور مبلغ کو چاہتا ہے۔

سادۃ کل دعوت و تبلیغ اسلام کی اہمیت اہل اسلام کے ذہن سے نکل چکی ہے۔ ان امور کی طرف زیادہ توجہ مبذول ہو چکی ہے۔ جو زیادہ سے زیادہ نفل اور مستحب کا درجہ رکھتے ہیں۔ عوام اہل سنت کی اس بے حسی سے گراہ فرقوں کے مبتغین خبر پر فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اور لوگوں کو اپنی چرب زبانی اور ملمع سازی سے بدراہ کر رہے ہیں۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ نے یہاں دعوت و تبلیغ کی عظمت و فضیلت بیان کر کے واضح فرمایا ہے کہ بزرگان دین نے ہمیشہ اس پہلو پر خاص زور دیا ہے۔ اہل اللہ نے تبلیغی مشن کے تحت دور دراز کے سفر طے کئے ہیں۔ اور طرح طرح کی صعوبتیں برداشت کیں۔ موجودہ وقت کا شدید تقاضا ہے کہ دینی احساس رکھنے والے اہل سنت اس فریضے کی ادائیگی کی طرف خاص توجہ کریں۔ قرآن مجید، احادیث، نبویہ اور سلف صالحین کے ارشادات دعوت و تبلیغ کی ضرورت و فضیلت سے بھرے پڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو یقین عطا کرے۔







آپ کے اس گرامی نامہ کے مطالعہ سے مشرف ہوا۔ جو آپ نے بندہ فی فطرت اور حسن نشاۃ سے تحریر فرمایا تھا آپ نے لکھا ہے کہ شیخ محی الدین ابن العربی قدس سرہ نے فتوحات مکیہ میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ آدم پیدا کیے۔ اور ایک خلقت بھی نقل کی ہے مگر عالم مثل کے بعض مکافات میں جب کریں کہہ منقر کا طواف کر رہا تھا۔ ایسا ظاہر ہوا کہ میرے ساتھ ایک ایسی جماعت ملوث کر رہی ہے جن کو میں نہیں جانتا۔ انہوں نے طواف کے دوران میں ربی شعر پڑھے جن میں سے ایک یہ ہے۔

لَقَدْ طَفَفْنَا كَمَا طَفَفْتُمْ سَيْنَيْنَا ۝ مَنَا الْبَيْتِ طَرًّا اجْتَمَعَيْنَا

میں نے جب یہ شعر سنا تو میرے دل میں خیال آیا کہ یہ سب عالم مثال کے ابدال میں اور اس خیال کے آتے ہی ان میں سے ایک نے میری طرف نگاہ کی۔ اور کہا میں تمہارے آباء اجداد میں سے ہوں۔ میں نے پوچھا آپ کو فوت ہوئے کتنے سال گزر چکے ہیں۔ تو کہنے لگا۔ چالیس ہزار سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے۔ میں نے تعجب سے کہا کہ ابوالبشر علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی شروع پیدائش سے لے کر اس وقت تک سات ہزار سال تو پورے نہیں ہوئے۔ تو کہنے لگے تم کس آدم کی بات کرتے ہو۔ یہ آدم تو وہ ہیں جو اس سات ہزار سال کے دور کی ابتدا میں پیدا ہوئے ہیں۔ تو شیخ نے فرمایا۔ اس وقت وہ حدیث نبوی علیہ وعلیہ الصلوۃ والسلام جو پہلے تحریر ہو چکی ہے۔ میرے دل میں گزری۔ جو اس قول کی تائید کرتی ہے۔

مخدوم کرم اخذ اندہ تعالیٰ کی عنایت سے اس مسئلہ کے متعلق جو کچھ اس فقیر پر ظاہر ہوا ہے۔ وہ یہ ہے کہ وہ تمام آدم جو حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے وجود سے پہلے گزرے ہیں۔ ان سب کا وجود عالم مثال میں تھا۔ نہ کہ عالم شہادت میں موجود ہوئے ہیں۔ جنہوں نے زمین میں طغیانی کیا ہے۔ اور سجود ملا کہ ٹھہرے ہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی رحمتیں اور تہنات ہمارے بنی انسان سب پر ہوں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ چونکہ یہ آدم جامعیت کی صفت پر پیدا ہوئے ہیں۔ اور اپنی حقیقت میں بہت سے لطافت اور اوصاف رکھتے ہیں۔ یہ اپنے وجود سے پہلے لہجہ خداوندی جل سلطانہ سے بہت ملت ہائے خدا تک اپنے لطافت اور اوصاف میں سے کسی ایک لطیفہ یا ایک صفت سے عالم مثال میں موجود ہوئے ہیں۔ اور آدم کی صورت میں ظاہر ہوئے ہیں۔ اور انہی کے نام سے موسوم ہوئے ہیں۔ اور جس آدم کا انتظار تھا۔ وہ اسی آدم سے وقوع میں آیا ہے۔ یہاں تک کہ وہ قواعد و تناسل جو اس عالم مثال کے مناسب تھا۔ وہ بھی ظہور میں آیا۔ اور ظاہری اور باطنی کمالات جو اس عالم کے مناسب تھے۔ وہ بھی حاصل کئے اور عذاب و ثواب کا مستحق ہوا۔ بلکہ اسی کے لئے قیامت قائم ہوئی۔ اور جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں پہلے گئے۔

اور پھر کسی وقت میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اسی عالم مثال میں آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام



اپنی کسی اور صفت اور لطیفہ کے ساتھ ظاہر ہوئے۔ اور وہی کوائف جو ظہورِ اول سے وجود میں آئے تھے۔ ظہورِ ثانی میں بھی وجود میں آئے اور حجبِ محدود بھی ختم ہوا۔ تو آپ کی صفات اور لطائف میں سے تیسرے ظہور میں کوئی اور صفت اور لطیفہ حاصل ہوا۔ اور جب اس ظہور نے بھی اپنا دور ختم کیا۔ تو چوتھا ظہور حاصل ہوا۔ اور جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ اسی طرح سلسلہ چلتا رہا۔

پھر جب ظہوراتِ مشابہ کے وہ تمام دور جو کہ اس کی صفات اور لطائف سے تعلق رکھتے تھے۔ پورے ہو گئے تو بالآخر وہ نسخہ جامعہ اچھلا خداوندی جل سلطانہ سے عالم شہادت میں دیوہ میں آگیا۔ اور ان تعالیٰ کے فضل سے معزز و محترم ہوا۔ اگر ایک لاکھ آدم بھی ہوں۔ تو وہ اسی آدم کے اجزاء ہیں۔ اسی آدم کے ہاتھ پاؤں ہیں۔ اور اسی کے وجود کے مبدا۔ مقدمات ہیں۔ اور شیخ بزرگوار کے وہ دادا جن کو چالیس ہزار سال سے زیادہ عرصہ فوت ہونے لگا چکا ہے۔ وہ عالمِ سال میں شیخ بزرگوار کے دم دادا کا کوئی لطیفہ تھے۔ جو کہ عالم شہادت میں موجود ہوئے۔ اور بیت اللہ شریف کے وہ طواف جو انہوں نے کیے۔ وہ بھی عالمِ مثال میں کیے۔ کیونکہ کعبہ مظلہ کی بھی عالمِ مثال میں ایک شبیہ اور صورت تھی جو اس عالمِ مثال کا قبلہ تھی۔

اس قہر نے اس سکھ میں دور و دور نظر و روانی ہے۔ اور بہت غور کیا ہے۔ عالم شہادت میں کوئی دوسرا آدم نظر نہیں آیا۔ اور عالمِ مثال کی عجوبہ کاروں کے سوا اور کوئی چیز نہ مل سکی۔ اور وہ جو مثالی جسم نے کہا۔ کہ میں تمہارے آباؤ اجداد سے ہوں۔ اور تمہے فوت ہوئے چالیس ہزار سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے۔ یہ اس بات پر سب سے بڑی دلیل ہے کہ اس آدم سے پہلے کئی ایک آدم گزر چکے ہیں۔ جو اس آدم کے صفات اور لطائف تھے۔ یہ نہیں کروہ علیحدہ پیدائش رکھتے تھے۔ اور اس آدم سے الگ تھے۔ کیونکہ جو الگ ہے۔ اس کی اس آدم سے کیا نسبت ہو۔ اور وہ شیخ دادا کیوں ہوئے لگا۔ اور عالم شہادت کے آدم کی پیدائش کو تو ابھی سات ہزار سال بھی پورے نہیں ہوئے۔ چالیس ہزار سال کی کہاں گزشتہ ہے۔؟

اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے۔ اس حکایت سے تناسخ کو درست سمجھتے ہیں۔ اور حجب ہے۔ کہ کائنات کے قدیم ہونے کے قائل ہیں اور قیامت کبریٰ سے انکار کر دیں۔ اور بے دین لوگوں نے جنہوں نے بزمِ باطل خویش شیشی کی مسد حاصل کر رکھی ہے۔ تناسخ کے حجاز کا حکم کر رہے ہیں۔ اور یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ جب تک نفس اپنے کمال تک نہ پہنچے۔ اسے مختلف ابدان تبدیل کرنے سے چارہ نہیں ہے۔ اور کہتے ہیں کہ جب نفس اپنے کمال تک پہنچ جاتا ہے۔ تو مختلف جسموں کے تبدیل کرنے سے بلکہ بدن کے تعلق ہی سے آزاد ہو جاتا ہے۔ اور اس کی پیدائش کا مقصود جو کہ اس کا کمال تک پہنچنا ہے۔ حاصل ہو جاتا ہے۔

اور یہ بات صاف کفر ہے۔ اور ان چیزوں کا انکار ہے۔ جو دین سے برتر و اہم ثابت ہیں۔ جب بالآخر تمام نفسوں پر



عذکار کو پہنچ جاتے ہیں۔ تو دوزخ کس کے لئے ہے اور سزا کسے ملے گی۔ دوزخ کا انکار ہے۔ اور آخرت کے عذاب کا انکار ہے۔ کیونکہ ان کے خیال کے مطابق نفس کو کسی جسم کی ضرورت ہی نہیں رہی۔ جو کہ اس کے کمالات کا اکر ہے۔ کہ وہ کسی جسم سے دوبارہ جی اٹھے۔ اس جماعت کا عقیدہ فلاسفہ کے عقیدہ سے مطابقت رکھتا ہے۔ کہ وہ بھی اہم کے مشرکا انکار کرتے ہیں اور ثواب و عذاب کو روحانی سمجھتے ہیں۔ بلکہ ان کا عقیدہ فلاسفہ کے عقیدہ سے بھی بدتر ہے۔ کیونکہ وہ تناسخ کا رد کرتے ہیں۔ اور عذاب روحانی کے قائل ہیں۔ اور یہ لوگ تناسخ کا اثبات بھی کرتے ہیں۔ اور ان کے نزدیک عذاب صرف دنیا کا عذاب ہے۔ جس کا وہ تہذیب نفوس کے لئے اثبات کرتے ہیں۔

سوال :- حضرت علی امیر المومنین رضی اللہ عنہ اور بعض دوسرے اولیاء اللہ سے بھی منقول ہے۔ کہ ان سے منقول ہے۔ کہ ان افعال اور عجیب و غریب افعال ان کے وجود وغیری کے ساقط عالم شہادت میں آنے سے بہت مدت پہلے وجود میں آنے لگے۔ مگر یہ صحیح ہے۔ تو پھر یہ تناسخ کے بغیر کیسے ممکن ہے؟

جواب :- ان اعمال و افعال کا صدور ان بزرگوں کی ارواح سے ہوا ہے۔ جو کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی مشیت سے مختلف اجساد سے متجسد ہو کر ان افعال عجیبہ کے مصدر و مورد بنے۔ ان کا کوئی دوسرا جسم نہیں ہے۔ جس سے وہ تعلق رکھیں۔ تناسخ یہ ہے۔ کہ روح اس جسم کے تعلق سے پہلے کسی اور چیز سے تعلق رکھتی ہو۔ جو کہ اس روح سے الگ ہو۔ اور جب روح خود ہی کوئی جسم اختیار کرے۔ تو یہ تناسخ کیسے ہوا۔ جن مختلف شکلیں اختیار کرتے ہیں۔ اور ان سے عجیب و غریب اعمال جو کہ ان اشکال اور اجساد سے مناسبت رکھتے ہیں۔ وقوع میں آتے ہیں۔ اور پھر بھی کوئی تناسخ اور کوئی حلول نہیں ہے۔ جن کو ان سبحانہ و تعالیٰ نے یہ طاقت دے رکھی ہے۔ کہ وہ مختلف شکلیں اختیار کر سکیں۔ و غریب اعمال کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اگر کائنات کی ارواح کو بھی اللہ تعالیٰ نے یہ طاقت دے دی۔ تو تعجب کا کیا مقام ہے۔ اور دوسرے بدن کی کیا ضرورت ہے؟

اور اسی قسم کے وہ واقعات ہیں۔ جو بعض اولیاء اللہ سے نقل کرتے ہیں۔ کہ ایک ہی وقت میں وہ کئی ایک مقام پر حاضر ہوتے ہیں۔ اور ان سے مختلف افعال وقوع میں آتے ہیں۔ اس جگہ بھی ان کے لطافت مختلف اجسام اور مختلف اشکال اختیار کرتے ہیں۔ اور اسی طرح کے وہ واقعات ہیں۔ کہ مشرک کوئی عزیز ہندوستان میں اپنی رہائش رکھتا ہے۔ اور اس جگہ سے کبھی باہر نہیں گیا۔ ایک جماعت کہ مغربہ سے آئی ہے۔ اور کہتی ہے۔ کہ ہم نے اس عزیز کو حرم کعبہ میں دیکھا ہے۔ اور اس طرح کے واقعات ہمارے اور ان کے درمیان گزرے ہیں۔ اور کچھ لوگ بیان کرتے ہیں۔ کہ ہم نے اس کو روم میں دیکھا ہے۔ اور ایک دوسری جماعت نے اس کو بغداد میں دیکھا ہے۔ یہ سب کچھ اس عزیز کے لطافت کی شکلیں ہیں جو مختلف اشکال میں ظاہر ہوتی ہیں۔

اور کبھی ایسا ہوتا ہے۔ کہ اس عزیز کو ان تشکلات کی اطلاع بھی نہیں ہوتی۔ لہذا اس جماعت کے جواب میں



کبھی وہ کہتا ہے۔ کہ یہ سب کچھ مجھ پر الزام ہے۔ میں تو اپنے گھر سے باہر ہی نہیں نکلا۔ نہ کبھی میں نے حرم کعبہ دیکھا ہے۔ اور نہ ہی روم اور بغداد کو پہچانتا ہوں۔ اور میں نہیں جانتا کہ تم کون لوگ ہو۔ اور اسی طرح حاجت مند لوگ اولیاء اللہ سے زندگی میں بھی اور موت کے بعد بھی مخالفت و مہالک میں امداد طلب کرتے ہیں۔ اور وہ کہتے ہیں کہ ان اولیاء اللہ کی صورتیں خامتر ہو جاتی ہیں۔ اور ان مصائب کو دور کر دیتی ہیں۔ اور پھر ان اولیاء اللہ کو بھی کبھی اس کی اطلاع ہوتی ہے۔ اور کبھی نہیں ہوتی۔ ۵۴

انوشا بہانہ بر سر خطہ اند

اور یہ بھی ان عزیزوں کے لطائف کا تشکل ہے۔ اور یہ تشکل کبھی عالم شہادت میں ہوتا ہے۔ اور کبھی عالم مثال میں چنانچہ ایک ہی حالت میں ان حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہزاروں لوگ مختلف صورتوں میں خواب دیکھتے ہیں۔ اور ان سے استفادہ کرتے ہیں۔ اور یہ بھی ان حضرت کے مقام و لطائف کی مختلف شاخیں اور سیطرے پر کی مشکوٰۃ و سرید استفادہ کرتے ہیں۔ اور اپنی مشکلات حل کرتے ہیں۔ پوشیدہ اور ظاہر ہو جاتا ہے بعض مشائخ نے کہا ہے۔ اس کا تاسخ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس لئے کہ تاسخ میں نفس کا تعلق دوسرے بدن سے ثبوت حیات اور اس بدن کے حس و حرکت کے حصول کے لئے ہوتا ہے۔ اور برزخ میں نفس کا تعلق دوسرے بدن سے اس عزم کے حصول کے لئے ہوتا ہے۔ اور بروز میں نفس کا تعلق دوسرے بدن سے اس عزم کے حصول کے لئے نہیں ہوتا۔ بلکہ اس سے مقصود اس بدن کے لئے کمالات کا حصول اور درجات تک وصول ہوتا ہے۔ جیسا کہ جن کسی انسان سے تعلق پیدا کرتا ہے۔ اور اس کے جسم میں ظاہر ہوتا ہے تو یہ تعلق اس آدمی کی زندگی کے لئے نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ تو اس تعلق سے پہلے بھی زندہ اور حساس اور متحرک ہے۔ اور وہ چیز جو اس تعلق سے اس میں فحید ہوتی ہے۔ وہ اس جن کی حرکات و سکنات اور اس کی صفات کا ظہور ہوتی ہے۔

اور صیح الاحوال مشائخ تو بروز اور کمون (ظاہر اور پوشیدہ ہو جاتا) کے متعلق بھی زبان نہیں کھولتے۔ اور ناقصوں کو فتنہ اور مصیبت میں نہیں ڈالتے۔ اور اس فقیر کے نزدیک تو کمون اور بروز کی بھی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اگر کوئی کامل کسی ناقص کی تربیت کرنا چاہے۔ تو وہ اس میں ظاہر ہونے کے بغیر بھی خداوند تعالیٰ کی قدرت سے اپنی صفات کاملہ اس ناقص پر عکس کر سکتا ہے۔ اور توجہ و التفات سے اس انعکاس کو ثبات اور استقرار بھی دے کر مرید ناقص کو کمال میں لے آتا ہے۔ اور اس کی بری صفات کو اچھی صفات سے تبدیل کر دیتا ہے۔ اور اس کے باوجود کمون بروز کا کوئی واسطہ درمیان میں نہیں ہوتا۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ جس پر پناہ ہے کہ اسے۔ اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

۵۵ یہ ہم اور تم پر الزام رکھ دیا گیا ہے۔



اور کچھ لوگ روح کے منتقل ہونے کے قائل ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ روح کو کمال حاصل ہونے کے بعد ایسی طاقت مل جاتی ہے۔ اگر وہ چاہے۔ تو اپنے بدن کو چھوڑ کر کسی دوسرے بدن میں داخل ہو سکتا ہے۔  
 بیان کرتے ہیں کہ ایک عرصہ کو یہ کمال اور قدرت حاصل تھی۔ اس کی ہمتاںگی میں ایک جوان آدمی فوت ہو گیا۔ تو اس عرصے نے اپنے بدن کو جو کہ بڑھاپے تک پہنچ چکا تھا۔ چھوڑ دیا اور اس جوان کے بدن میں داخل ہو گیا۔ یہاں تک کہ پہلا جسم مر گیا۔ اور اسکا دوسرا جسم زندہ ہو گیا۔ تو یہ قول بھی تنازع کو مستلزم ہے کہ دوسرے بدن سے تعلق اس بدن کی زندگی کے لئے ہے۔ بس فرق ہے تو صرف اتنا کہ تنازع کا قائل نفس کے نقصان کا فیصلہ کرتا ہے۔ اور تنازع کا اثبات اس نفس کی تکمیل کے لئے کرتا ہے۔ اور جو روح کے منتقل ہونے کا قائل ہے۔ وہ روح کو کامل سمجھتا ہے۔ اور روح کے کمال کے بعد منتقل ہونے کا اثبات کرتا ہے۔

اس فقیر کے نزدیک روح کے منتقل ہونے کا قول تنازع کے قول سے بھی کم تر اور گرا ہوا ہے۔ کیونکہ وہ تنازع کے قائل تکمیل نفس کے لئے ہونے ہیں۔ اگرچہ یہ اعتبار بھی باطل ہے۔ اور روح کے منتقل ہونے کو حصول کمال کے بعد خیال کرتے ہیں۔ اگرچہ یہ کوئی کمال نہیں ہے۔ جب ان لوگوں نے ابدان کی تبدیلی کمال کے حصول کے لئے قرار دیا ہے۔ تو کمال کے حاصل ہونے کے بعد دوسرے بدن میں منتقل ہونا کس لئے ہے۔ اہل کمال تماشائی نہیں ہیں ان کی ہمت تو یہ ہے کہ حصول کمال کے بعد ابدان سے فارغ ہوتے ہیں۔ نہ کہ دوسرے ابدان سے تعلق قائم کرتے ہیں کیونکہ جو کچھ بدن کے تعلق سے مقصود تھا۔ وہ تو حاصل ہو چکا۔

اور چہرہ بھی ہے۔ کہ روح کے منتقل ہونے میں پہلے جسم کی موت اور دوسرے جسم کی زندگی ہے۔ تو پہلے بدن کو بزدل کے احکام کے حصول سے چارہ نہیں ہوگا۔ اور قبر کے عذاب و ثواب سے معزز نہ ہوگا۔ اور دوسرے بدن کو جب دوسری زندگی کا اثبات کرتے ہیں۔ تو اس کے حق میں حشر و نبیائی میں ثبات ہو گیا۔ میں نہیں سمجھتا کہ روح کے منتقل ہونے کا عقیدہ رکھنے والے اس کے عذاب و ثواب قبر کے قائل بھی ہوں۔ اور حشر و نشر کا اعتقاد رکھتے ہوں۔ انفس ہنر افسوس۔ کہ اس قسم کے جھوٹے لوگ اپنے آپ کو شیخی کی مسند کے لائق سمجھتے ہیں۔ اور مسلمانوں کے مقتدا بنے ہوئے ہیں۔ یہ خود بھی گمراہ ہیں۔ اور لوگوں کو بھی گمراہ کر رہے ہیں۔

اے اللہ بھرت سید المرسلین علیہ وسلم الصلوٰۃ والسلام  
 رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ  
 بِرَحْمَةِ سَيِّدِ الْاُمَمِ السَّلَامِ عَلَیْہِ وَعَآلِہِ وَسَلَّمَ  
 اور اپنی جناب سے رحمت عنایت فرما۔ یقیناً تو ہی عنایت کرنے والا ہے۔  
 الصَّلَوَاتُ وَالسَّلَامَاتُ



## ذیلی بحث

(بعض ان علوم و معارف کے بیان میں جو کہ عالم مثال سے تعلق رکھتے ہیں۔)

بلند پایہ پر۔ کہ عالم مثال تمام عوالم سے فراخ تر ہے۔ جو کچھ بھی تمام عوالم میں ہے۔ اس کی صورت عالم مثال میں موجود ہے۔ معقولات و معانی بھی اس عالم میں صورت رکھتے ہیں۔ اہل علم نے کہا ہے۔ کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی کوئی مثل نہیں ہے۔ لیکن مثال ہے۔ وَ لِلّٰهِ الْمَثَلُ الْأَعْلٰی (اور اللہ تعالیٰ کے لئے بلند مثال ہے۔) اس فقیر نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے۔ کہ تشریح خاص کے مرتبہ میں جس طرح مثل نہیں ہے۔ مثال بھی نہیں ہے۔ فَلَا تَخْوَ تَوَالِیْهِ الْأَمْثَالُ (اللہ تعالیٰ کے لئے مثال نہ بیان کرو۔) اور عالم صغیر میں عالم مثال کا نمونہ خیال ہے۔ کہ خیال میں تمام اشیاء کی صورتیں متعبر ہیں۔ سالک کے مقامات و احوال کی کیفیتوں کو خیال ہی متصور کر کے دکھاتا ہے۔ اور اہل علم سے بنا دیتا ہے۔ اور اگر خیال نہ ہو۔ یا وہ کوتاہی کرے۔ تو جہل لازم آئے گا۔ اسی لئے کہتے ہیں۔ کہ مرتبہ ظلال کے اوپر جہل و حیرت ہے۔ کیونکہ خیال کی وہ وضو و صورت مرتبہ ظلال تک ہے۔ جس جگہ اہل (سایہ) نہ ہوگا۔ وہاں خیال کی بھی گنجائش نہیں ہے۔ اور جب صورت تشریحی عالم مثال میں نہ ہوگی۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ تو خیال میں بھی جو کہ عالم مثال کا پرتو ہے۔ کس طرح صورت تشریحی متصور ہو سکتی ہے۔ تو لازمی چیز ہے۔ کہ اس جگہ سوائے جہالت اور حیرت کے کچھ نہ ہوگا۔ اور جس جگہ علم نہیں ہوتا۔ وہاں گفتگو بھی نہیں ہوتی۔ (جس نے اللہ کو پہچان لیا اس کی زبان لنگ ہو گئی۔) اس کا نشان ہے۔ اور جس جگہ علم ہوگا۔ وہاں گفتگو بھی ہوگی۔ (جس نے اللہ کو پہچان لیا اس کی زبان لمبی ہو گئی۔) اس کا بیان ہے۔

پس زبان کی حدائی ظلال میں ہوتی ہے۔ اور ظلال کے مراتب سے اوپر زبان لنگ ہو جاتی ہے۔ خواہ وہ فعل ہو یا صفت۔ اسم ہو یا مسمیٰ پس جو کچھ بھی خیال نے تراشا ہے۔ وہ چونکہ ظلال ہے۔ اور علت سے معلول اور جہل معمول ہے۔ اس کی حیثیت اس سے زیادہ نہیں ہے۔ کہ چونکہ وہ مطلق کے آثار و علامات سے ہے۔ لہذا یقینی علم کا ناکندہ دیتا ہے۔ عین الیقین اور حق الیقین ظلال اور خیال سے بہت اوپر ہیں۔

خیال کی تراشیدہ چیزوں سے اس وقت خلل می میسر آتی ہے۔ جب کہ سیر انفسی کو بھی سیر آفاقی کی طرح چھپے چھوڑ جائے۔ اور آفاق و انفس سے اوپر جلالی دکھانے لگے۔ یہ مقام اکثر اولیاء کو موت کے بعد میسر آتا ہے۔ جب تک زندگی رہتی ہے۔ خیال ان کا دامگیر رہتا ہے۔ اور اکابر اولیاء میں سے بہت کم لوگوں کو یہ دولت اس دنیا میں میسر ہوتی ہے۔ وہ دنیوی زندگی کے باوجود خیال کے غلبہ کے تصور سے باہر آجائے ہیں۔ اور خیال کی تراش و خراش کے بغیر اپنے پہلو میں لے لیتے ہیں۔ اور اس وقت ان بزرگواروں کے حق میں تعجب ذاتی برقی۔ دائمی ہو جاتی ہے۔



اور عریان وصل پر تودنا ہے۔

هَيْثُ مَا رَأَى بَابَ النِّعَمِ نَعِيمُهَا وَلَكِنَّ عَاشِقَ الْمُسْكِينِ مَا يَجْعَلُ

سوال :- کچھ لوگ اپنے مکاشفات اور خوابوں میں عالم مثال و خیال میں دیکھتے ہیں۔ کہ ہم بادشاہ بن گئے ہیں اور اپنے لوگوں پا کروں کا معائنہ کر رہے ہیں۔ اور ایسا بھی دیکھتے ہیں۔ کہ ہم قطب ہو چکے ہیں۔ اور تمام دنیا کی توجہ ہماری طرف ہے۔ اور بیداری اور ہوش کے عالم میں جو کہ عالم شہادت میں ہے۔ ان کلمات میں سے کوئی بھی ظہور پذیر نہیں ہوتا۔ کیا یہ رویت کچھ صداقت رکھتی ہے۔ یا محض باطل ہے۔ ۹۔

جواب :- یہ رویت کچھ صداقت رکھتی ہے۔ اس کا بیان یہ ہے۔ کہ بادشاہت اور قطبیت کے معنی اس جماعت میں موجود ہیں۔ لیکن یہ معنی ان میں بہت کمزور ہے۔ اس قابل نہیں ہے۔ کہ عالم شہادت میں ظاہر ہو۔ اور اس کے بند وصال سے خالی نہیں ہے۔ اگر یہ معنی اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی عنایت سے طاقت پیدا کرے۔ تو اس لائق ہو جاتا ہے کہ عالم شہادت میں ظاہر ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے عالم شہادت میں بھی بادشاہ بن جاتا ہے۔ اور قطب بھی ہو جاتا ہے۔ اور اگر اس معنی طاقت نہ پیدا ہو۔ کہ عالم شہادت میں ظاہر ہو سکے۔ تو پھر اسی ظہور مثال پر جو کہ سب سے کمزور ظہور ہے۔ کفایت کرنی پڑتی ہے۔ اور اپنی طاقت کے مطابق ظاہر ہوتا ہے۔

اور اسی قسم کے وہ واقعات ہیں جو اس مادہ کے طالب دیکھتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو بلند مقام پر پاتے ہیں۔ اور دیکھتے ہیں۔ کہ ارباب ولایت کے مناصب سے سرفراز ہوتے ہیں۔ اگر عالم شہادت میں بھی یہ ظاہر ہو جائے۔ تو یہ بہت بڑی دولت ہے۔ اور اگر ظہور مثالی پر ہی کفایت ہو تو پھر بے فائدہ اور سراسر مصیبت ہے۔

کیونکہ ہر ایک جو لاہا اور حجام میں اپنے آپ کو بادشاہ دیکھتا ہے۔ اور اسے کچھ حاصل نہیں ہوتا اور سوائے نقصان اور خسارہ کے اس کے پہلے کچھ نہیں پڑتا۔ پس واقعات پر اعتبار نہ کرنا چاہیے۔ اور عالم شہادت میں جو کچھ بھی میسر ہو۔ وہی اس کی ملکیت ہے۔

چوں غلام آفتابم ہم ز آفتاب گوئم نہ شہم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گوئم

یہی وجہ ہے۔ کہ اکابر نقشبندیہ مکاشفات کا کوئی اعتبار نہیں کرتے۔ اور طالبین کے مکاشفات کی تعبیر کی طرف کچھ توجہ نہیں دیتے۔ کہ ان چیزوں کا نفع بہت کم ہے۔ معتبر وہی ہے۔ جو بیداری اور ہوش کے عالم میں میسر ہو۔ اسی نے دوام شہود کو معتبر سمجھتے ہیں اور استمرار حضور کو دولت جانتے ہیں۔ وہ حضور میں کے پیچھے جھکتے گئی ہوئی ہو۔ ان بزرگواروں کے نزدیک اعتبار کے لائق نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے۔ لیان ماسوا ان کے حق میں دائمی ہو

لے نعمت دالوں کو ان کی نعمتیں میدک ہوں۔ اور عاشق مسکین کے لئے تودہی ہے۔ جو وہ گھونٹ گھونٹ پی رہا ہے۔



چکا ہے۔ اور غیور کا خیال ان کے دل سے ہر وقت زائل رہتا ہے۔ ہاں وہ آدمی جس کی ابتدا میں اتہام مندرج ہو یہ کلمات اس سے کیا دور ہو سکتے ہیں۔

اے ہمارے رب ہمارے گناہ اور اپنے کام میں ہماری زیادتی معاف کر دے۔ اور ہمارے قدم مطلوبہ رکھ۔ اور ہمیں کافروں کی قوم پروردہ اور غلبہ عنایت فرما۔ والسلام

## مکتوب نمبر ۵۹

پیرزادہ خواجہ محمد عبداللہ سلمہ اللہ تعالیٰ کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ معقول و مہرہم اور کثرت و مشہور سب کچھ ماسوی میں داخل ہے۔ اور اس کے متعلقاً  
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اَصْطَفٰی۔

وہ مکتوب شریف جو انھوں کی خدمت میں ارسال کیا تھا پہنچا لکھا تھا۔ کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کی عنایت سے وہ شعبہ بہر طرف ہو چکے ہیں۔ اور اس جنس کی کوئی چیز باقی نہیں رہی ہے۔ اب بہت کی توہر اس پر ہے کہ اثبات سے کوئی چیز بھی حاصل نہ ہو۔ مہرہم اور معقول سب لکھتے تحت داخل ہو جائیں۔ اور اسی طرح کی باتیں اور کمی تھیں۔ اور یہ سب کچھ ابھی تکلف سے ہے۔ امید ہے کہ بے تکلف بھی نصیب ہو جائے گا۔

اسے نہایت آثار، معقول اور مہرہم بلکہ مشہور اور کثرت بھی خواہ وہ آفاقی ہوں۔ یا نفسی سب ماسوا کے دائرہ میں داخل ہے۔ اور ہر دو لب کا سامان ہے۔ اور اس کی حقیقت شعبہ بازی میں گرفتار ہونے سے زیادہ نہیں ہے۔ اگر کسی گرفتاری کا ذوال تکلف سے ہے تو طریقت میں داخل ہے۔ اور بخند علم الیقین میں سے ہے بہر تقدیر اگر یہ دولت بے تکلف میسر ہو جائے۔ اور نفی کے تکلف سے ماسوی کی نفی محسوس ہو جائے۔ تو طریقت کی تنگن سے آزاد ہو جاتا ہے۔ اور علم کے کوچہ سے باہر چلا جاتا ہے۔ اور فنا سے مشرف ہو جاتا ہے۔ یہ بات کہنا تو آسان ہے۔ اور یہاں تک پہنچنا بڑا مشکل ہے۔ بہت ہی مشکل۔ مگر جس پر اللہ سبحانہ و تعالیٰ آسان کریں۔

وہ کاروبار جو حقیقت سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ آگے ہے۔ اور نفی سے گورنے بلکہ مقام اثبات کی نفی کرنے اور علم الیقین سے باہر ہے۔

جان لینا چاہیے۔ کہ حقیقت کے مقابل طریقت کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ اور نفی کو اثبات سے کوئی نسبت نہیں

ہے۔ کیونکہ نفی کے متعلقات ممکنات سے ہیں، اور اثبات کے متعلقات واجب۔ اور اثبات کے مقابل نفی کی وجہ حقیقت ہے۔ جو دیا ہے بے کن کے مقابل ایک قطرے کی ہے۔ اور جب یہ نفی و اثبات حاصل ہو جاتا ہے تو ولایت فاضلہ پہنچ جاتا ہے۔ اور پھر ولایت خاصہ کے حاصل ہونے کے بعد یا تو عروج ہے۔ یا نزول اور اگر نزول ہے۔ تو وہ بھی اس عروج کے بیٹے لازم ہے۔

رَبَّنَا آتِنَا نُورَنَا وَدُرَّتَنَا وَاعْظِمْنَا ذُنُوبَنَا  
اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ  
اے ہمارے رب ہمارے نور کو پورا کر۔ اور ہمارے گناہ بخش دے۔ یقیناً تو ہر چیز پر قادر ہے۔  
اور تم پر اور ان سب لوگوں پر سلام ہو جو ہدایت کی پیروی کریں۔ اور مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی کو لازم پکڑیں۔

## مکتوب نمبر ۶

محمد تقی کی طرف صادر فرمایا۔

ان کے خط کے جواب میں اور اس بیان میں کہ دین کے زائد امور کی طرف سے مزہمیر کر ضروریات دین کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔ اور اسکے متعلقات  
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰی۔

صیغہ شریف سے مشرف ہوا۔ وہ دلائل جن کی راہنمائی آپ کو ہوئی ہے۔ اور جو کچھ آپ نے حضرت صدیق مکیؑ کی عنہ کی خلافت کے متعلق لکھا ہے۔ کہ وہ اسلام کے پہلے دور جو کہ بہترین دور ہے۔ کے اہل حق و عقد کے اجماع سے معتقد ہوئی۔ اور خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی افضلیت کے بارے میں کہ ان کی خلافت کی ترتیب سے ان کی افضلیت ہے۔ اور اصحاب خیر البشر علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے اختلافات اور جھگڑوں کے متعلق خاموشی اختیار کرنے کے متعلق یہو کہا ہے ان چیزوں سے بہت خوشی حاصل ہوئی۔ امامت کی بحث میں یہی عقیدہ کافی ہے اور اہل سنت و جماعت شکرانہ تعالیٰ معہم کے موافق ہے۔

میرے معذورم ثنقت آثار امامت کی بحث دین کے فروعیات میں سے ہے۔ نہ کہ اصول شریعت سے ضروریات دین اور چیزیں ہیں جو عقیدہ اور عمل سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور جن کی تفصیل علم کلام اور علم فقہ میں ہے۔ ضروریات کو چھوڑ کر زائد چیزوں کی طرف توجہ کرنا اپنا عمل لو بے فائدہ چیزوں میں صرف کرنا ہے۔



اور حدیث میں آیا ہے کہ بندہ سے خدا تعالیٰ کے اعراض کی علامت یہ ہے کہ بندہ بے مقصد کاموں میں مشغول ہو جائے۔

اگر امامت کی بحث ضروریات دین اور اصول شریعت سے ہوتی جیسا کہ شیعہ کہتے ہیں تو چاہیے تھا کہ حق سبحانہ و تعالیٰ اپنی بزرگ کتاب میں خلافت کا تعین کرتا۔ اور کسی خلیفہ کو نامزد کرتا۔ اور حضرت پیغمبر علیہ علیہ السلام بھی کسی ایک آدمی کی خلافت کے متعلق کہہ جاتے۔ اور صراحتاً ایک آدمی کو خلیفہ بنا جاتے۔ اور جب کتاب و سنت میں اس امر کا اہتمام مفہوم نہیں ہوتا تو معلوم ہوا کہ امامت کی بحث دین کے زائد امور میں سے ہے نہ کہ اصول دین میں سے کسی فضول آدمی ہی کو زائد چیزوں میں مشغول ہونا چاہیے۔

دین کی ضروریات اتنی درپیش ہیں کہ زائد چیزوں کی طرف توجہ کرنے کی نوبت ہی نہیں پہنچتی۔ سب سے پہلے تو عقیدہ و یقین کرنے سے کوئی چارہ نہیں ہے جو کہ خدا تعالیٰ کی ذات و صفات اور افعال سے تعلق رکھتا ہے۔ اور اس کے بعد یاد رکھنا چاہیے کہ جو کچھ پیغمبر علیہ علیہ السلام خدا تعالیٰ کی طرف سے لانے ہیں اور یقین اور یقین کے نواتر سے ثابت ہو چکا ہے۔ مثلاً مشرور نشر اور آخرت کا دائمی عذاب و ثواب اور تمام سنی ہوئی چیزیں سب سے حق ہیں۔ ان میں عدم و وجود کا احتمال ہی نہیں ہے۔ اور اگر ایسا عقیدہ حاصل نہ ہو تو نجات نہیں ہوگی۔

دوسرے درجہ پر احکام فقہیہ پر عمل کرنے سے بھی چارہ نہیں ہے۔ اور فرائض اور واجبات بلکہ سنن و منہجات کی ادائیگی کے بغیر بھی گزارہ نہیں ہو سکتا۔ شریعت کے حرام و حلال کی رعایت بھی اچھی طرح کرنی چاہیے۔ اور حدود و شریعت میں امتیاز کرنی چاہیے۔ تاکہ آخرت کے عذاب سے نجات و رہائی کی صورت نظر آئے۔ اور جب عقیدے اور عمل کو درست کرے گا۔ تو صوفیہ کے طریقہ کی نوبت پہنچے گی۔ اور ولایت کے کمالات کا امیدوار ہوگا۔ اور ضروریات دین کے مقابل امامت کی بحث تو ایسی ہے جیسے کوئی راستے میں پھینکی ہوئی چیز۔

مقرر یہ کہ جب منافقوں نے اس باب میں غلو کیا ہے۔ اور اصحاب خیر البشر علیہ علیہ السلام کے متعلق طعن زنی کی ہے۔ تو ضرورت کے مطابق ان کے رد میں لمبے چوڑے مقدمات ضرور لکھنے چاہئیں۔ کہ دین نہیں سے فساد کے لزوم کو رفع کرنا ضروریات دین میں سے ہے۔ والسلام

## مکتوب نمبر ۶۱

(مولانا احمد برکی کی تصنیف اور دوستوں کو نصیحت اور مولانا حسن کو اس حلقہ کا سرمدار مقرر کرنے اور اس کے



مناسبات کے متعلق صادر فرمایا۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ۔

مدد صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد عرض ہے۔ اور مغفرت پناہ مولانا احمد رحمۃ اللہ علیہ کی تعزیت کرتے ہوئے مکتبہ ہوں۔ کہ مولانا کا جو شریفیت اس وقت مسلمانوں کے لئے خداوند تعالیٰ کی آیات میں سے ایک نشان تھا۔ اور اس کی رحمتوں میں سے ایک رحمت مٹتی۔

اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلْ مِنْ أَجْرِهِ وَلَا تَقْبَلْهُ  
اے اللہ ہمیں اس کے اجر سے محروم نہ کر۔ اور اس کے بعد قننہ میں نہ ڈال۔

دار فانی سے گزر جانے والوں کو دوستوں اور یاروں سے امداد اور اعانت کی امید اور خواہش ہوتی ہے۔ اور مرحوم کے فرزندوں اور متعلقین کی خدمت اور دلجوئی دوستوں اور محبت کرنے والوں پر لازم ہے۔ کوشش کریں کہ مرحوم کے فرزند پرہیزگار اور علوم شرعی سے آراستہ ہوں۔ مرحوم کے احسانات کا بدلہ اس کے فرزندوں سے احسان کرنا ہے۔ هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ ۝ (احسان کا بدلہ احسان ہے)۔ اللہ مرحوم کے اوصاف و اطوار کی رعایت ملحوظ رکھیں۔ اہل ان کے اعمال و اوقات کی رعایت کریں۔ اور ذکر کے طریقہ اور مشغولی کے حلقہ میں تصور واقع نہ ہونا چاہئے۔ تمام دوست مل کر بیٹھیں۔ اور ایک دوسرے میں فانی ہوں۔ تاکہ صحبت کا اثر ظاہر ہو۔

اس فقیر نے اس سے پہلے بعض اتفاقیہ طور پر لکھا تھا۔ کہ اگر مولانا سفر پر روانہ ہوں۔ تو اپنی جگہ شیخ حسن کو مقرر کر جائیں۔ تقدیر میں یہ سفر ادا تھا۔ اب جب کہ ہم دوبارہ ملاحظہ کرتے ہیں۔ تو شیخ حسن ہی کو اس کام کے لئے متعین پائیں۔ یہ بات بعض دوستوں کو ناگوار نہ لگے۔ کہ یہ معاملہ ہمارے اور ان کے اختیار میں نہیں ہے۔ فرمانبرداری لازمی ہے۔ شیخ حسن کا طریقہ مولانا کے طریقہ سے ہیست مناسبت رکھتا ہے۔ پھر آخری بات یہ بھی ہے۔ کہ مولانا نے آخر میں جو نسبت اس جگہ سے حاصل کی ہے۔ شیخ حسن کو بھی اس نسبت میں شرکت ہے۔ اور دوسرے دوستوں کو اس سے بہت کم حصہ ملا ہے۔ ہر چند کہ وہ کثرت و شہرہ و پیدا کریں۔ اور توحید و اتحاد سے آراستہ ہوں۔ لیکن پھر بھی یہ دولت دیگر ہے۔ اور یہ کاویا بار علیحدہ ہے۔ اور ان کثوف کی اس جگہ ایک بھگی قیمت بھی نہیں ہے۔ اور اس توحید و اتحاد سے استفادہ کرتے ہیں۔

قصہ مقرر چاہئے۔ کہ دوست شیخ حسن کو سر دار مقرر کرنے میں توقف نہ کریں۔ اور ان کو اپنے حلقہ کا سر دار رکھیں اور اپنے کام میں مشغول ہو جائیں۔ میرے بھائی خواجہ دیں اس معنی کو دوستوں کے ذہن نشین کرانیں۔ اور مشغولی کے حلقہ کی ولایت کریں۔ اور شیخ حسن کو ترغیب فرمائیں۔ اور شیخ حسن کو بھی چاہئے۔ کہ وہ بزرگوں کی دلجوئی کریں۔ اور اسلامی کے حقوق بجالائیں۔ اور فقر کی کتابوں کا مطالعہ نہ چھوڑیں۔ اور شریعت کے احکام کی اشاعت کریں۔ اور سنت



سفید کی پردہ کی تزیین دیں۔ اور بدعات سے ڈرائیں۔ اور عاجزی اور نزاری کے طریق کو نہ چھوڑیں۔ ایسا نہ ہو کہ نفس  
اترہ اپنے دوستوں اور ساتھیوں پر تقدم و ریاست کی وجہ سے ہلاکت میں ڈال دے۔ اور تباہ و برباد کر دے۔ ہر وقت  
اپنے آپ کو ناقص اور ناکمل سمجھیں۔ اور اپنے کمال کے طالب رہیں۔ نفس اور شیطان دو طاقتور دشمن گتات میں بیٹھے  
ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ وہ راہ سے بھٹکا نکلیں۔ اور غائب و غامض بن جائیں۔ ۵

بہم اندر تر من بر تو ایں است کہ تو غفلت اور غارتگی است

ہندوستان آپ سے دور ہے۔ اور سال بھر میں ایک قافلہ آتا ہے۔ اور خبر لاتا اور لے جاتا ہے۔ اپنے حالات  
لکھتے رہیں۔ اگر ہم تک نہ بھی پہنچ سکیں۔ تو بھی لکھنے میں غفلت نہ کریں۔ میاں شیخ یوسف ہم سے قریب ہیں۔ وہ کافی  
مدت تک یہاں رہے ہیں۔ اور انہوں نے بہت سے فائدے حاصل کئے ہیں۔ اور فنا کی حقیقت سے مطلع ہو  
چکے ہیں۔ وہ واپس آنے کے دم سے پرگھر گئے تھے۔ وہ ایک مستعد اور مخلص آدمی ہے۔ اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ  
ہی توفیق دینے والا ہے۔

چونکہ آپ دور ہیں۔ لہذا نصیحتوں میں مبالغہ کیا گیا ہے۔ ہوشیار رہنا اور سرداری کو اپنی جان کے لئے معیبت  
سمجھنا۔ اور ترساں و لرزاں رہنا ایسا نہ ہو کہ اس ریاست میں لذت پیدا ہو جائے۔ اور بیدار کی ہلاکت تک پہنچا دے۔  
وَبِنَا عَظُمْنَا ذُكُوْبَنَا سَاوَأَمَّا فِي آخِرِنَا  
وَكَيْتٌ أَقْدَامَنَا وَانْصَرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَفَّارِينَ  
مُجْنَحَاتٍ رِيكَ رَبِّ الْعَزَّوَجَلَّا  
يَصْفُونَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ  
وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ  
اے ہمارے رب ہمارے گناہ اور اپنے کام میں ہماری  
زیادتیوں کو بخش دے۔ اور ہمارے قدم ثابت رکھ۔ اور ہمیں  
کافروں کی قوم پر مدد عطا فرما۔ تیرا رب جو عزت کا رب ہے  
مشرکوں کی بکواس سے پاک ہے۔ اور سلام ہو پیغمبروں پر  
اور سب تعریف اللہ کے لئے ہے۔ جو تمام جہانوں کی پروردگار  
کرنے والا ہے

## مکتوب نمبر ۶۲

خانمزاں کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ انسان مدنی الطبع پیدا ہوا ہے۔ اور نبی نوح کے ساتھ مل کر رہنے اور زندگی گزارنے  
کے لئے محتاج ہے۔ اور انسان کی خوبی اسی احتیاج میں ہے۔ اور اس کے مناسبات کے متعلق

ملہ میری تجھے تمام نصیحتیں دی ہیں کہ تو ایک بچہ ہے۔ اور مکان بنائیں گے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰی

حق سبحانہ و تعالیٰ سے آپ کی ظاہری اور باطنی ترقیات کا سوال کرتا ہوں۔ کہ آپ کی درستی اور ضریریت مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت کی دلجمعی اور آرام کی متغیر ہے۔ آپ کے لئے دعا گو یا ان سب کے لئے دعا ہے اللہ سبحانہ و تعالیٰ آپ کو ہجرت سید المرسلین علیہ و علیٰ آلہ کل من الصلوٰت افضلہا ومن التقلیات اکملہا تمام ایسی چیزوں سے محفوظ رکھے۔ جو آپ کی جناب کے لائق نہ ہوں۔

چونکہ میں آپ کی سلسلہ علیہ نقشبندیہ کے اکابرین قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم سے بہت ہی محبت و ارادت و اخلاص کی نسبت کو جانتا ہوں۔ لہذا آپ کو تکلیف دے رہا ہوں۔

میرے مخدوم کرم! اس سلسلہ علیہ و آلہ اس ملک میں مسافروں کی طرح ہیں۔ اور اس علاقہ کے لوگوں کو بے باقت کی کثرت کی وجہ سے اس طریقہ کے اکابرین سے جو کسنت کا التزام رکھتے ہیں۔ بہت ہی قصوریٰ مناسبت ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اس سلسلہ کے بعض آدمی اپنی کوتاہ نظری کی وجہ سے اس طریقہ علیہ میں بھی بدعات اختیار کرنے لگے ہیں اور بدعت کے اختیار کرنے کی وجہ سے اس علاقہ کے آدمیوں کے دل اپنی جانب مائل کرنے لگے ہیں۔ اور اس کام کو اپنے فاسد خیال کی بنا پر اس طریقہ علیہ کی تکمیل سمجھتے ہیں۔ پناہ بخدا۔ بلکہ اس جماعت نے اس طریقہ علیہ کو ضائع کرنے اور بگاڑنے کی کوشش کی ہے۔ اور وہ اس طریقہ کے اکابرین کے معاملہ کی حقیقت تک نہیں پہنچے ہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ انہیں سید سے راستہ کی راہنمائی کرے۔

چوں کہ اس سلسلہ علیہ و آلہ اس ملک میں بہت غلوئے لوگ ہیں۔ لہذا اس سلسلہ میں محبت رکھنے والوں کو مریدوں پر لازم ہے۔ کہ ان اکابرین کے خلفاء اور مریدین کی امداد و اعانت کریں۔ کیونکہ انسان مدنی الطبع پیدا ہوتا ہے۔ وہ اپنے بنی نوع کے ساتھ زندگی گزارنے کا محتاج ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَ مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ راسے بنی آپ کو اللہ کافی ہے۔ اور جو ایمانداروں میں سے آپ کے تابع ہیں جب کہ خیر البشر علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی مہمت میں بھی ایمانداروں کو داخل فرمایا ہے۔ تو دوسروں کے لئے کیا مضائقہ ہے۔

اکثر دو ہند لوگ اس وقت درویشی کے لئے محتاجی کے قائل نہیں ہیں۔ لیکن ایسا ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ انسان غنی فاقہ میں محتاج ہے۔ بلکہ تمام کائنات فخرنا محتاج ہے۔ بلکہ انسان کی خوبی ہی اسی محتاجی میں ہے۔ اور اس کی بندگی اللہ مسکینی اسی راہ سے پیدا ہوتی ہے۔ فرض کرو۔ اگر محتاجی انسان سے زائل ہو جائے۔ اور استغنا آجائے تو سوائے گناہ



اور سرکشی اور غفیان اور نافرمانی کے اور کیا چیز اس کو حاصل ہوگی۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ اِرْدَئْسَانَ  
لَيُطْعِنَنَّ اَنْ تَاْكُلَ اَسْتَعْنٰی۔ (انسان جب اپنے آپ کو غنی دیکھتا ہے۔ تو سرکشی کرتا ہے۔)

حاصل کلام یہ ہے کہ فقر و ماسوسی کی گرفتاری سے آزاد ہوتے ہیں۔ اور وہ محتاجی جو اسباب سے تعلق رکھتی  
ہے اس کو مسبب الاسباب کے حوالہ کر دیتے ہیں۔ اور اگر دولت و ریع ہو جائے۔ تو اسے اللہ تعالیٰ کے خزان  
نعمت سے سمجھتے ہیں۔ اور دینے والا اور روک لینے والا حقیقت میں اسی سبحانہ و تعالیٰ کو سمجھتے ہیں۔ اور چونکہ اسباب  
کو حکمتوں اور مصلحتوں کا واسطہ بنا دیا گیا ہے اور غریب اور بھوکے کو اسباب بطریقہ مہربان کیا گیا۔ تو یہ بزرگ واری بھی حکم اور مشقت  
کو اسباب کی طرف راہ جمع سمجھتے ہیں۔ اور نیک و بد کو بظاہر انہی اسباب سے جانتے ہیں۔ کیونکہ اگر اسباب کا دخل نہ سمجھا  
جائے۔ تو اس کا رخنہ عظیم کا ابطال لازم آتا ہے۔ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا۔ (اے اللہ تو نے اس کو  
بے مقصد پیدا نہیں فرمایا۔)

سیادت پناہ۔ حقائق و معارف آگاہ میر ہے بھائی اور میر سے عزیز میر محمد نعمان کا وجود شریف آپ کے علاقہ میں است  
غیبت ہے۔ اور ان کی دعا اور توجہ کبریت الاحمر ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ کی دولت کی خوشگلی اور پائیداری انہی کی  
توجہات کے فیوض و برکات سے ہے۔ اور میں غائب اور حاضر میں ان کو آپ کا مجدد معاون پاتا ہوں۔ ایک سال  
سے زیادہ غم و غم ہو چکا ہے۔ کہ انہوں نے آپ کی خبریں غائبانہ طور پر اس فقیر کو لکھ بھیجی تھیں۔ اور جو آپ کو اس فقیر  
کی نسبت محبت اور اخلاص ہے۔ وہ بھی صحت کیا تھا۔ اور اظہار کیا تھا۔ کہ اس علاقہ کی صوبہ داری کسی اور کو سپرد کر  
رہے ہیں۔ یہ وقت توجہ اور دلگیری کا ہے۔ فقیر کو اس خط کے مطالعہ کے دوران میں اس کے متعلق توجہ حاصل ہوئی۔  
تو اس وقت آپ کا بہت بلند مرتبہ دیکھا۔ اور ظاہر طور پر اسی وقت میں ایک شخص جا رہا تھا۔ تو اس خط کے متعلق  
میں نے جو عبارت لکھی تھی۔ کہ مجھے خانہ ناں بہت بلند مرتبہ نظر آتے ہیں۔ اور معاملہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ہاتھ  
میں ہے۔ والسلام۔

## مکتوب نمبر ۶۳

نور محمد انبال کی طرف صادر فرمایا۔

ان کے اس استفسار کے جواب میں جو انہوں نے پوچھا تھا۔ کہ پیر کی زندگی میں اگر کوئی طالب کسی اور شیخ کے پاس چلا جائے۔ اور اس سے حق جل و علا کی طلب کرے۔ تو یہ جائز ہے۔ یا نہیں؟  
 بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

حمد اور صلوة اور دعا گوئی کے بعد عرض ہے۔ کہ جو مکتوب آپ نے ارسال کیا تھا آپ نے پوچھا تھا کہ پیر کی زندگی کے باوجود اگر کوئی طالب کسی اور شیخ کے پاس چلا جائے۔ اور اس سے خداوند تعالیٰ کی طلب کرے۔ تو یہ جائز ہے کہ نہیں؟

آپ کو معلوم ہوتا چاہیے۔ کہ مقصود حق سبحانہ و تعالیٰ ہے۔ نہ کہ پیر کی بارگاہ تک پہنچنے کا ایک وسیلہ ہے۔ اگر کوئی طالب اپنی بھلائی دوسرے شیخ کے پاس دیکھے۔ اور اپنے دل کو اس کی صحبت میں حق سبحانہ و تعالیٰ سے جمع پائے۔ تو جائز ہے۔ کہ پیر کی زندگی میں پیر کی اجازت کے بغیر اس شیخ کے پاس چلا جائے۔ اور اس سے بھلائی طلب کرے۔ ہاں یہ ضرور ہے۔ کہ پہلے پیر سے انکار نہ کرے۔ اور اس کو نیکی سے یاد کرے۔

خصوصاً اس وقت میں کہ پیری اور مریدی اب رسم اور عادت کے سوا اور کچھ نہیں رہی ہے۔ اس وقت کہ اکثر پیر اپنے آپ کی خبر نہیں رکھتے۔ اور ایمان اور کفر میں کوئی امتیاز نہیں کر سکتے۔ وہ خداوند تعالیٰ سے کیا خبر کر سکیں گے۔ اور مرید کو کوئی راہ دکھائیں گے۔

ملہ آگاہ از غیبتن چون نیست چنین ۔ کے خبر وارد از چنان چسین

اس مرید پر افسوس ہے۔ جو ایسے پیر پر اعتماد کر کے بیٹھ جائے۔ اور دوسرے پیر کی طرف رجوع نہ کرے۔ اور خدا میں شانہ کی راہ معلوم نہ کرے۔ شیطانی دسو سے ہیں جو کہ پیر ناقص کی زندگی کے ذریعہ آئے ہیں کہ وہ طالب کو خداوند تعالیٰ کی طرف سے روک دیں۔ جس جگہ بھی بھلائی اور جمعیت خاطر حاصل ہو۔ بے تاملی اس کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ اور شیطانی دساؤں سے پناہ مانگنی چاہیے۔ والسلام۔

## مکتوب نمبر ۶۴

محمد یحییٰ ولد مرحوم خواجه علی خاں کی طرف صادر فرمایا۔

ملہ میں کے پیش کا۔ جب جب اپنی خبر بھی نہیں رکھتے۔ تو وہ اور کسی کی کیا خبر رکھے گا۔



اس مضمون میں کہ حالات کی تبدیلی اور کینی دنیا کی امیدوں کے حاصل نہ ہونے سے تنگ دل نہیں ہونا چاہیئے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہر اس چیز سے محفوظ رکھے۔ جو آپ کے حال کے لائق نہ ہو۔ اَلَّذِي يَأْتِيَنَّ الْمَوْتُ دُنْيَا مَوْتِ كَسْرَةِ قَيْدِ خَانَةِ۔ اور قیدیوں کے حال کے مناسب یہاں درود الم اور اندوہ اور مصیبت ہے۔ حالات کی تبدیلی سے تنگ دل نہ ہونا چاہیئے۔ اور امیدوں کے حاصل نہ ہونے سے دلگیر نہ ہونا چاہیئے۔ فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا۔ ایک تنگی کے ساتھ دو فراخیاں ملا دی گئی ہیں۔ شائدان سے دنیا اور آخرت کی فراخی مراد ہو۔

لے باکریاں کارہاد شوار نیست

باقی اس علاقہ کے حالات سیادت ماب لونین لٹار میرے بھائی میر سید عبدالباقی ربانی بیان کر دیں گے۔ وہ آپ کے حقوق اور شفقتوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے آپ کی ملاقات کی طرف متوجہ ہوں۔ والسلام۔

## مکتوب نمبر ۱۵

مولانا محمد ہاشم خادم کی جانب صادر فرمایا  
اس بیان میں کہ بے فائدہ امور سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ۔

حمد و صلوة اور دعا گوئی کے بعد عرض ہے کہ اس مدت میں آپ نے اپنے باطنی احوال کی کوئی معتد بہ خبر نہیں لکھی۔ کہ وہ خوشی کا باعث ہوئی۔ دنیا کے امور بے فائدہ ہیں۔ دنیا اور دنیا کی تمام چیزیں اتنی قیمت نہیں کہیں کہ احوال آخرت کو یاد کرنا چھوڑ دیا جائے۔ اور انومی لغویات میں مشغول ہو جائے۔ ہر چند کہ آپ کی نیت ٹھیک ہے۔

ملہ شرف السنہ بروایت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ۱۲

کے سورہ الم نشرح پارہ عم ۱۲

ملہ سنی لوگوں پر کوئی کام مشکل نہیں ہوتا ۱۲

ہوگی۔ لیکن حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقَرَّبِينَ (نیک لوگوں کی نیکیاں مقربین کی برائیوں کی طرح ہیں) آپ نے سنا ہوگا۔

بہر حال اعمال باطن کی طرف متوجہ ہوں۔ اور دنیا کے ضروری کام بھی پورے کریں۔ اور ضرورت کا اندازہ تو ضرورت کے مطابق ہی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ اس جگہ کے فقر اگرچہ مغز و ذیہ نہیں رکھتے لیکن بے صدف و کوشش اتنا آجاتا ہے کہ فرائض سے وقت گزر رہا ہے۔ اور بقدر کفایت سے بیعہ پہنچ جاتا ہے۔ نیا دن اور نئی روزی پر ہماری گزر رہی ہے۔ باقی اس علاقہ کے دوسرے حالات قابل تعریف ہیں۔ ان چند مہینوں میں وہاں پھوٹ پڑی تھی۔ جس کی موت کا وقت آنچکا تھا۔ وہ فوت ہو گیا۔ اور اب وہاں اور ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں پر اس کی حمد و تعریف ہے۔ اور اسی کا احسان ہے۔ والسلام۔

## مکتوب نمبر ۶۶

خانمناں کی طرف صادر فرمایا۔

(توبہ و انابت اور تقویٰ و پرہیزگاری اور اسکے منسلقات کے بیان میں)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی عِبَادِكَ الَّذِيْنَ اصْطَفٰی۔

چوں کہ تم پر بزرگنا ہوں۔ لغزشوں اور تفصیلات اور بدبودگیوں میں گمراہی ہے۔ لہذا چاہتا ہوں کہ توبہ و انابت کی بات کروں۔ اور پرہیزگاری اور تقویٰ کی طرف توجہ کروں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے۔  
لَا تَدْعُوْا اِلٰی اللّٰهِ جَمِیْعًا اَیُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِے ایماندارو سب اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرو تاکہ تم نہایت  
لَعَلَّكُمْ تَفْلَحُوْنَ۔ پاف۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا دُعُوْا اِلٰی اللّٰهِ تَوْْبَةً  
اَصُوْحًا عَسٰی دُخِّرَ اَنْ يُّكْفَرَ عَنْكُمْ سَيِّئَاتُكُمْ و  
يُدْخِلَ اللّٰهُ جَنَّٰتٍ جَرّٰی مِنْ تَحْتِهَا اَنْهٰرٌ  
اے ایماندارو اللہ تعالیٰ کی طرف خالص توبہ کرو۔ قریب ہے  
کہ تمہارا رب تمہاری برائیاں تم سے دور کر دے۔ اور تمہیں آ  
باطنوں میں داخل کرے۔ جن کے نیچے نہریں چلتی ہیں

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔



وَدَدُوا ظَاهِرَ الْإِثْمِ وَبَاطِنَهُ۔ ظاہری اور باطنی سب گناہ چھوڑ دو۔

توگناہوں سے توبہ کرنا ہر شخص کے لئے فرض عین اور ضروری ہے۔ یہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ کوئی انسان اس سے بے نیاز ہو۔ کیسے بے نیاز ہو سکتا ہے۔ حالانکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی توبہ سے بے نیاز نہ ہوئے۔ خاتم النبیین اور پیغمبروں کے سردار علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: میرے دل پر کچھ غبار سا آجاتا ہے اور میں دن رات میں اپنے اللہ سے ستر مرتبہ بخشش مانگتا ہوں۔

پھر اگر گناہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے حقوق سے متعلق ہوں۔ اور بندوں کے حقوق اور مظالم سے تعلق نہ رکھتے ہوں جیسے زنا کرنا۔ شراب پینا۔ راگ سنا اور غیر محرم کی طرف دیکھنا اور قرآن مجید کو بغیر وضو کے پڑھنا یا بدعت کا عقیدہ رکھنا تو ان کی توبہ یہ ہے کہ گناہوں پر ندامت اور حسرت و انوس ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں معافی کی درخواست کرے۔ اور اگر اس نے فرائض چھوڑے ہوں۔ تو ان کا انکار ناجی ضروری ہے۔

اور اگر گناہ لوگوں کے مظالم اور حقوق سے تعلق رکھتے ہوں۔ تو ان کی توبہ اس طرح ہے کہ وہ حقوق لوگوں اور ان سے معافی لے۔ اور ان سے اچھا سلوک کرے۔ اور ان کے لئے دعا مانگے۔ اور اگر صاحب حق فوت ہو چکا ہو۔ تو اس کے لئے استغفار کرے۔ نیکی کر کے اسے بخشے۔ اور مال اس کی اولاد اور وارثوں کے سپرد کرے۔ اور اگر اس کے وارث معلوم نہ ہوں۔ تو گناہ اور مال کے اندازے کے مطابق صاحب مال کی نیت سے یا جسے بغیر حق کے تکلیف دی ہے۔ فقیروں اور مسکینوں پر مال سداقہ کرے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔ میں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے۔ اور وہ پہلے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو آدمی کوئی گناہ کرے۔ پھر کھڑا ہو اور وضو کرے۔ اور نماز پڑھے۔ اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہ کی بخشش مانگے۔ تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اس کو معاف کرے۔ کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اور جو آدمی کوئی برائی کرے۔ یا اپنی جان پر ظلم کرے۔ پھر اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگے۔ تو اللہ تعالیٰ کو غفور رحیم پائے گا۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور حدیث میں فرمایا ہے۔ جو آدمی کوئی گناہ کرے۔ پھر اس پر اسکو ندامت

۱۔ سورہ انعام پارہ ۱۶۸۔

۲۔ مسلم شریف ۱۲

۳۔ مسنن ابوداؤد ابن حبان اور ابن اسنی

۴۔ سورہ نساء پارہ ۱۲۔ ۵۔ احمد طبرانی۔ کتب بر الواریت ابن عباس رضی اللہ عنہ ۲

ہو تو وہ نماز اس گناہ کا کفارہ ہے۔ اور ایک حدیث میں آیا ہے۔ کہ جب بندہ کہتا ہے۔ میں تجھ سے بخش مانگتا ہوں اور تیری جناب میں توبہ کرتا ہوں۔ پھر گناہ کرتا ہے۔ اور پھر اسی طرح کہتا ہے۔ پھر تیسری مرتبہ گناہ کرتا ہے۔ اور معذرت کرتا ہے۔ پھر چوتھی مرتبہ بھی ایسا ہی کرتا ہے۔ تو اس وقت اس کا یہ قلب کبیرہ گناہوں میں گھسا جاتا ہے۔ اور حدیث نبوی میں ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سو ف لوگ ہلاک ہو گئے جو کہتے ہیں۔ کہ مغفرت توبہ کر لیں گے۔

اور لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی۔ اے بیٹا توبہ کو کل پر مؤخر نہ کر دینا۔ کیونکہ موت ناگہانی طور پر آجاتی ہے۔

اور مجاہد نے کہا۔ جو آدمی صبح و شام توبہ نہ کرے۔ وہ ظالمین میں سے ہے۔

عبداللہ بن مسعود رحمۃ اللہ علیہ نے کہا۔ حرام کا ایک پیسہ واپس کرنا سطل کے سو پیسے صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔

اور کہا گیا ہے۔ کہ چاندی کی ایک و مٹی واپس کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک چھ سوچ مغبول سے زیادہ افضل ہے۔

اے ہمارے رب ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ اگر تو ہمیں نہ بخشے گا۔ اور ہم پر رحم نہ کرے گا تو ہم حنارہ اللہ بنے والوں سے ہوں گے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ میرے بندے تو میرے فرائض ادا کر۔ تو سب سے زیادہ عبادت گزار ہو گا۔ اور میرے نواہی سے باز آجا۔ تو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو گا۔ اور تو میرے دیئے ہوئے رزق پر صبر کر۔ تو سب سے زیادہ غنی ہو گا۔

اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ سے فرمایا۔ تو پرہیزگار بن جا۔ تو سب سے زیادہ عبادت گزار ہو گا۔

اور حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا۔ پرہیزگاری کا ایک ذرہ خداوند کے ہزار مشاغل سے زیادہ بہتر ہے۔ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کل کو اللہ تعالیٰ کے ہم نشین پرہیزگار اور زہد لوگ ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف وحی فرمائی۔ کہ پرہیزگاروں کو جتنا میرا قرب حاصل ہو گا

۱۲ دینی شریف بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ۱۲

۱۳ یہ حدیث دینی کے مسند احمد دوس۔ امام بخاری کی تاریخ میں ہے۔ اور خطیب بغدادی نے بھی اسے روایت کیا ہے



اتنا کسی کو نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کے جاننے والوں میں سے بعض نے کہا ہے۔ جب تک آدمی اپنے اوپر دس چیزوں کو فرض نہ کرے اس کی پرہیزگاری پوری نہیں ہوتی۔ پہلی یہ کہ اپنی زبان کو غیبت سے بچائے۔ دوسری یہ کہ برے گمان سے پرہیز کرے۔ تیسری یہ کہ شیعہ اور مذاہب سے بچے چوتھی یہ کہ حرام چیزوں سے اپنی نگاہ بند رکھے۔ پانچویں یہ کہ سچ بولے۔ چھٹی یہ کہ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے احسانات سمجھے۔ ننگہ وہ منظور نہ ہو جائے۔ ساتویں یہ کہ اپنے مال کو حق میں خرچ کرے۔ باطل میں خرچ نہ کرے۔ آٹھویں یہ کہ اپنے لئے بلندی اور بڑائی طلب نہ کرے۔ اور نویں یہ کہ منافقوں کی حفاظت نہ کرے۔ اور دسویں یہ کہ سنت اور جماعت پر استقامت رکھے۔

اسے ہمارے رب ہمارے نور کو لے کر۔ اور ہمیں بخش دے۔ یقیناً تو ہر چیز پر قادر ہے۔

میرے مخدوم مکرم اور شفقت و کرم آثار اگر تمام گناہوں سے توبہ میسر ہو۔ اور تمام حرام اور شکی چیزوں سے پرہیزگاری نصیب ہو جائے۔ توبہ بہت بڑی نعمت ہے۔ اور انتہا درجے کی دولت ہے۔ ورنہ بعض گناہوں سے توبہ اور بعض عورات سے پرہیز بھی غنیمت ہے۔ شائد ان بعض کے انوار و برکات دوسرے بعض میں بھی سرا کریں۔ اور تمام گناہوں سے توبہ اور پرہیز کی توفیق نصیب ہو جائے۔ جو چیز ساری نہ مل سکے۔ وہ ساری نہ چھوڑنی پائی۔ اسے اللہ ہمیں بحرمات سید المرسلین و قائد غر المہتبین علیہ و علیہم و علی آل کل من الصلوٰت و افضلہا و من التسلیمات اکلہا اپنے دین پر ثابت قدم رکھ۔ اور اپنی رہنمائی کے کاموں کی توفیق عطا فرما۔

## مکتوب نمبر ۶۷

خاندان کی طرف صادر فرمایا۔

(اہل سنت و جماعت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عقائد اور ارکان غمہ اسلام اور کلمہ حق کھنسی  
قریب یعنی سلطان وقت کے سامنے اسلام پیش کرنے اور ان کے مناسبات کے بیان میں۔)  
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰی۔

گرامی پھر جواز دے کر م و اتفاقات فقہیوں نامہ کے نام روانہ فرمایا۔ فقہیہ سبب و تعلق کی تعریف ہے۔ کہ ایسے پر شر و اشتباہ وقت میں انبیاء نے سعادت مند کو اپنی اچھی فطرت کی وجہ سے بے مناسبتی کے باوجود فقیرانہ دور



کار سے نیاز مندی کا خیال ہے۔ اور اس جماعت کے ساتھ ایمان حاصل ہے یہ کتنی بڑی نعمت ہے۔ کہ مختلف تعلقات اس دولت کے حاصل کرنے میں رکاوٹ نہیں بنے۔ اور پرالگندہ توجہات نے ان کی محبت سے باز نہیں رکھا۔ اس بہت بڑی نعمت کا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔ اور امید رکھنی چاہیے۔ کہ آدمی اسی کے ساتھ ہوگا۔ کہ جس سے اس کی محبت ہوگی۔ یہ بنی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے۔

اسے نبابت و سعادت آثار با سب سے پہلے آدمی کو فرقہ ناجیز اہل سنت و جماعت و ضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی رائے کے مطابق جو کہ مسلمانوں کی سب سے بڑی جماعت ہے عقیدے کا درست کرنا لازمی ہے تاکہ آخری نعمات و کامیابی متصور ہو سکے۔ اور بد اعتقادی جو اہل سنت کے عقیدہ کے خلاف ہے۔ ستم قابل ہے۔ جو ابدی موت اور دائمی عذاب تک پہنچاتی ہے۔ اور اگر عمل میں کچھ کوتاہی اور سستی ہو تو اس کی بخشش کی امید ہو سکتی ہے۔ لیکن عقیدہ میں سستی ہو تو اس کی معافی کی امید نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ تبارک و تعالیٰ کو معاف نہیں کریں گے۔ اور اسکے علاوہ جو گناہ ہیں۔ وہ جسے چاہیں۔ معاف کر دیں۔ (سورہ فاطر)

اہل سنت و جماعت کے عقائد کو مختصر طور پر لکھا جاتا ہے۔ ان کے عقیدہ کے مطابق اپنے عقیدہ کو تصحیح کریں اور اس دولت پر اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے عاجزی اور زاری سے استغاثہ کی دعا کریں جان لیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدیم ذات کے ساتھ موجود ہے۔ اور تمام اشیاء اس کی ایجاد سے موجود ہوئی ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کے پیدا کرنے سے عدم سے وجود میں آئی ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ قدیم و ازلی ہیں۔ اور باقی تمام اشیاء حادث اور نئی پیدا شدہ ہیں۔ اور جو قدیم و ازلی ہے۔ وہ باقی اور ابدی ہے۔ اور جو حادث اور نیا پیدا شدہ ہے۔ وہ فنا فی اور ہلاک ہونے والا ہے۔ یعنی وہ زوال کے میدان میں ہے۔

اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ اکیلا ہے۔ ان کا کوئی شریک نہیں۔ نہ واجب وجود میں۔ اور نہ عبادت کے مستحق ہونے میں۔ وجوب لازمی طور پر قائم رہنا۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لئے لائق نہیں اور عبادت کا استحقاق اس کے سوا کسی کے لئے درست نہیں۔ اللہ تعالیٰ صفات کاملہ رکھتا ہے۔ جن میں سے حیات۔ علم۔ قدرت۔ آواز۔ سمع۔ بصر۔ کلام اور تکوین بھی ہیں۔ یہ صفات ازلی اور قدیمی ہیں۔ اور اللہ جل سلاطین کی ذات کے ساتھ قائم ہیں۔

حوادث کے ساتھ تعلقات کا ہونا صفات کے قدیم ہونے میں خلل نہیں ڈالتا۔ اور متعلق کا حدوث ان صفات کی ازلیت کے لئے مانع نہیں ہے۔ فلا سٹرنے اپنی بیوقوفی سے اور معتزلہ نے اپنے اندھا پن سے متعلق کے حدوث کو متعلق کے حدوث سے وابستہ کر دیا ہے۔ اور وہ صفات کا طرک نفی کرتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کو جو نباتات کا پالنے والا نہیں



سمجھتے۔ کہ وہ تغیر کو مستلزم ہے۔ جو کہ حدوث کی علامت ہے۔ ان لوگوں کو یہ بھی معلوم نہیں۔ کہ صفات ازلی ہوتی ہیں۔ اور متعلقات حادثہ کے ساتھ صفات کا تعلق حادث ہوتا ہے۔

اور تقاض کی صفات خدا تعالیٰ کی جناب سے ملوب ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ جو ہر اجسام و اعضاء کے لوازمات و صفات سے پاک ہے۔ زمان و مکان اور جہت کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ یہ سب اس کی مخلوق ہیں۔ وہ آدمی بے خبر ہے۔ جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو عرش کے اوپر کہتا ہے۔ اور اس کے لئے فوق کی جہت تجویز کرتا ہے۔ عرش اور اس کے علاوہ اور بھی تمام چیزیں سب حادث ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ مخلوق اور حادث کی کیا مجال ہے۔ کہ وہ خالق قدیم کا امکان ٹھہرے۔ اور اس کی قرار گاہ بنے۔

ہاں اتنا ضرور ہے۔ کہ عرش خدا تعالیٰ کی سب سے اشرف مخلوق ہے۔ اور اس میں لودایت اور صفاتی تمام ممکن سے زیادہ ہے۔ وہ لازمی طور پر آئینہ کامل رکھتا ہے۔ کہ خالق جل و علا کی عظمت اور کبریا کی کاظہ اور اس جگہ ظاہر ہوتا ہے۔ اسی عہد کے تعلق کی وجہ سے اسے اللہ تعالیٰ کا عرش کہتے ہیں۔ ورنہ عرش اور دوسری چیزیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ برابر کی نسبت رکھتی ہیں کہ سب اس کی مخلوق ہیں۔ ہاں عرش میں نمائندگی کی قابلیت موجود ہے۔ جو دوسروں میں نہیں ہے۔ آئینہ جو آدمی کی شکل دکھاتا ہے۔ اس کے متعلق یہ نہیں کیا جاسکتا۔ کہ وہ شخص آئینہ میں ہے۔ بلکہ اس آدمی اور دوسری تمام سامنے آنے والی چیزوں کی آئینہ سے نسبت برابر ہے۔ فرق ہے تو صرف قبول کرنے والے کی طرف سے ہے۔ آئینہ کسی چیز کی صورت دکھا سکتا ہے۔ اور دوسری چیزوں میں یہ قابلیت نہیں ہے۔

اور اللہ تعالیٰ جسم اور جسمانی نہیں ہے۔ جو ہر اور عرض نہیں ہے۔ محدود اور متناہی نہیں ہے۔ طویل اور ضارب نہیں ہے۔ دوار اور کوتاہ نہیں ہے۔ فراخ اور تنگ نہیں ہے۔ بلکہ وہ فراخی والا ہے۔ لیکن وہ دست نہیں جو ہمارے ہم میں آئے۔ وہ محیط ہے۔ لیکن وہ احاطہ نہیں جس کا اور اک کیا جاسکے۔ وہ قریب ہے۔ لیکن وہ قرب نہیں۔ جو ہماری سمجھ میں آتا ہے۔ وہ ہمارے ساتھ ہے۔ لیکن معیت متعارف نہیں۔ ہم ایمان لاتے ہیں۔ کہ وہ فراخی والا ہے۔ احاطہ کرنے والا ہے۔ قرب ہے۔ اور ہمارے ساتھ ہے۔ لیکن ان صفات کی کیفیات کو ہم نہیں جان سکتے۔ کہ وہ کیسی ہیں۔ اور ہم جو کچھ جانتے ہیں۔ اس کے متعلق جانتے ہیں کہ جسم کے مذہب میں قدم رکھنا ہے۔

اور اللہ کسی چیز سے متحد نہیں ہوتے۔ اور نہ ہی کوئی اور چیز ان سے متحد ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کسی چیز میں حلول بھی نہیں کرتا۔ اور نہ ہی کوئی چیز اللہ تعالیٰ میں حلول کرتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے لئے اجزا اور حصص کا ہونا بھی محال ہے۔ اور ترکیب و تحلیل اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں منوع ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا کوئی مثل اور کفو نہیں ہے۔ یہی پتہ نہیں ہیں۔ اس کی ذات و صفات بے چون و بے چوں اور بے شبیہ اور بے نمونہ ہیں۔ ہم صرف اتنا جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہے اور اپنے اسماء و صفات کا مل سے جن سے اپنے آپ کی تعریف کی ہے۔ ان سے متصف ہے۔ لیکن



ان میں سے جو چیز بھی ہمارے فہم و ادراک میں آئے۔ اور ہم اسے سمجھ سکیں۔ اور تصور کریں۔ وہ اس سے پاک اور بلند ہے۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے لَا تَدْرُکُہُ الْاَبْصَارُ۔ (انکھیں اس کا اور اک نہیں کر سکتیں۔) ۱۰

۱۱۔ دور بینان بارگاہ الست میں ایں پے نہ بودہ اند کہ ہست

جانتا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے اسم توفیقی ہیں۔ یعنی صاحب شریعت سے سننے پر موقوف ہیں۔ ہر وہ نام جس کا اطلاق شریعت میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ پر ہوا ہے۔ اس کا اطلاق کرنا چاہیے۔ اور جو نہیں بولا گیا۔ اسے خدا تعالیٰ کے لئے نہ کہنا چاہیے۔ اگرچہ اس اسم میں کمال کے معنی پائے جائیں۔ مثلاً جواد کا لفظ اللہ تعالیٰ کے لئے نہ کہنا جائز ہے۔ کیونکہ شریعت میں آیا ہے۔ اور سنی کا لفظ نہ کہنا چاہیے۔ کہ نہیں آیا ہے۔

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ جو کہ حروف اور آواز کے لباس میں آیا ہے۔ اور ہمارے بغیر علیہ کو علی اللہ عز و السلام پر جزل ہوا ہے۔ اور اس کے ذریعہ بندوں کو امر اور نہی کا حکم دیا ہے۔ جیسا کہ ہم اپنے کلام نفسی کو اپنے صلیق اور زبان کے ذریعہ حروف اور آواز کے لباس میں لاکر ظاہر کرتے ہیں۔ اور اپنے پوشیدہ مقاصد کو ظہور کے میدان میں لاتے ہیں۔ اسی طرح حق سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے کلام نفسی کو صلیق اور زبان کے وسیلہ کے بغیر اپنی قدرت کاملہ سے حق تعالیٰ کا لباس پہن کر بندوں کے لئے بھیجا ہے۔ اور اپنے صلیق اور آواز کو حروف اور آواز کے ضمن میں لاکر منہ سے ظہور فرمایا ہے۔ پس اور نور قسم کے کلام اللہ تعالیٰ ہی کے کلام میں نفسی اور عقلی ہیں اور کلام کا اطلاق ان دونوں قسموں پر ہوتا ہے۔ جیسا کہ ہمارے دونوں طرح کے کلام نفسی اور عقلی بطریق حقیقت ہوتے ہیں۔ اس طرح نہیں کہ پہلے قسم حقیقت ہے۔ اور دوسری قسم مجاز۔ اس لئے کہ مجاز کی نفی جائز ہے۔ اور کلام عقلی کی نفی کرنا اور اسے خدا کا کلام نہ کہنا کفر ہے۔

اور اسی طرح وہ کتابیں اور صحیفے بھیجے ایمان علی نبینا وعلینا والصلوٰۃ والسلامات پر نازل فرمائے تھے۔ وہ خدا تعالیٰ کا کلام ہیں۔ اور جو کچھ قرآن اور ان کتابوں اور صحیفوں میں درج ہے۔ وہ خدا تعالیٰ ہی کے احکام ہیں۔ کہ اپنے وقت کے مطابق بندوں کو ان کے ادا کرنے کی تکلیف دی ہے۔

اور مومنوں کا خدا تعالیٰ کو ہمیشہ میں بے جہت اور بے مقابلہ اور بے کیف اور بے احاطہ دیکھنا برحق ہے۔ ہم آخرت کی سعادت پر ایمان لاتے ہیں۔ اور اس کی حقیقت میں مشغول نہیں ہوتے۔ اس لئے کہ اس کی بدیت بے چوں ہے۔ اور اس دنیا میں اس کی حقیقت آرباب چوں چر ظاہر نہیں ہو سکتی۔ اور ایمان کے بغیر ان کو خدا تعالیٰ کا دیکھنا نصیب نہ ہوگا۔ انیسویں ہے۔ فلا سفر اور معتزلہ اور دوسرے تمام بدعتی فرقوں پر کہ وہ اپنی محرومی اور اندھا

۱۲۔ بارگاہ الست کے دور میں بھی صرف اتنا ہی جان سکے ہیں کہ وہ ہے۔ ۱۳۔



سے اخروی رویت کا انکار کرتے ہیں۔ اور غائب کو حاضر پر قیاس کرتے ہیں۔ اور اس پر بھی ایمان کی دولت سے مشرف نہیں ہوتے۔

اور اللہ تعالیٰ جیسے بندوں کا خالق ہے۔ ان کے افعال کا بھی خالق ہے۔ وہ فعل اچھے ہوں یا برے سب اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے ہیں۔ لیکن وہ اچھے کاموں سے راضی ہے۔ اور برے کاموں سے خوش نہیں ہے۔ ہر چند کہ یہ دونوں اسی کے ارادہ اور مشیت سے ہیں۔ لیکن جتنا چاہیئے۔ کہ تنہا شر کو سودا ہوئی کی وجہ سے خدا تعالیٰ کی طرف منسوب نہ کرنا چاہیئے۔ خالق اکثر (برائی کو پیدا کرنے والا) نہ کہنا چاہیئے۔ بلکہ خالق الخیر والشر (بھلائی اور برائی کو پیدا کرنے والا) کہنا چاہیئے۔ جیسا کہ علامہ نے کہا ہے۔ کہ حق تعالیٰ کو شر چیز کا خالق نہ کہنا درست ہے۔ اور گندگیوں اور خنزیروں کو پیدا کرنے والا نہیں کہنا چاہیئے۔ کیونکہ خداوند تعالیٰ کا ادب ملحوظ رکھا چاہیئے۔

معترض جواب دینے اندر بہت پرستی کا اثر رکھتے ہیں۔ افعال کا خالق بندہ کو جانتے ہیں۔ اور اچھے اور برے فعل کی نسبت اس کی طرف کرتے ہیں۔ شریعت اور عقل دونوں ان کی تکمیل کرتے ہیں۔ ہاں علامہ حق نے بندہ کی قدرت کو اس کے فعل میں دخل انداز جانا ہے اور بندہ کے لئے کسب کا اثبات کیا ہے اس لئے کہ ریشہ دالے کی حرکت اور اختیار و اختیار میں داخل فرق ہے۔ ریشہ دالے کی حرکت میں بندہ کی قدرت اور کسب کا کوئی دخل نہیں ہے۔ اور اختیار کی حرکت میں دخل ہے۔ اور اتنا فرق ہی مواخذہ کا باعث ہوتا ہے۔ اور عذاب و ثواب کا اثبات کرتا ہے۔ اکثر آدمی بیکہ کی قدرت اور اختیار میں شک رکھتے ہیں۔ اور بندے کو مجبور اور عاجز مانتے ہیں۔ ان لوگوں نے علامہ کی مراد کو نہیں سمجھا ہے۔

بندے میں قدرت اور اختیار کا یہ معنی نہیں ہے۔ کہ جو بندہ چاہے کرے۔ اور جو چاہے نہ کرے۔ یہ تو خود بندگی ہی سے دور ہے۔ بلکہ اختیار کا یہ مطلب ہے۔ کہ جس چیز کی بندہ کو تکلیف دی گئی ہے۔ وہ اسے کر سکتا ہے۔ مثلاً پنج وقت نماز پڑھ سکتا ہے۔ اور چالیس حصہ زکوٰۃ ادا کر سکتا ہے۔ اور بارہ مہینوں میں سے ایک ماہ کے روزے رکھ سکتا ہے۔ اور اپنی عمر میں سواری اور خرچ کے ہوتے ہوئے حج کر سکتا ہے۔ و علیٰ ہذا اقیاس شریعت کے بالی احکام بھی ہیں۔ کہ اگر سبھانہ و تعالیٰ نے اپنی کمال نہ بنائی سے بندہ کے ضعف اور کمزوری کو ملحوظ رکھتے ہوئے سہولت اور آسانی کی رعایت رکھی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

يُؤَيِّدُ اللَّهُ بِكَ الْيُسْرَ وَلَا يُؤَيِّدُ الْهَرْسَ  
یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے تمہیں تنگ نہیں کرنا چاہتا۔

لَهُ يُؤَيِّدُ اللَّهُ أَنْ يُخَفِّفَ عَنْكُمْ وَخَلِقَ اللَّهُ تَعَالَى تَمَّ سَ تَكَالِيفَ شَاوَقِ كَابُجْجِ ہَلَا كَرْنَا پَاہِ تَاہِ  
اور انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے کہ وہ شہوات سے صبر نہیں  
کر سکتا۔ اور نہ تکالیف شاذ کو برداشت کر سکتا ہے۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلامات و التسلیمات خدا تعالیٰ کی طرف سے مخلوق کی طرف بھیجے ہوئے ہیں تاکہ وہ لوگوں کو  
خدا تعالیٰ کی طرف دعوت دیں۔ اور مگر اسی سے راہ پر لائیں۔ اور جو ان کی دعوت کو قبول کرے۔ اسے بہشت کی خوشخبری  
دیں۔ اور جو انکار کرے۔ اسے دوزخ کے عذاب سے ڈرائیں۔ جو کچھ انہوں نے خدا تعالیٰ کی طرف سے میان  
کیا ہے۔ اور جو کچھ پہنچ کر پہنچا ہے۔ اس میں جھوٹ کا شائبہ تک نہیں۔ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم و علی المرتضیٰ علیہم اجمعین تمام نبیوں کو ختم کرنے والے ہیں۔ اور آپ کا دین پہلے دینوں کا ناسخ ہے۔ اور آپ کی  
کتاب پہلی کتابوں سے بہت ہی بہتر ہے۔ آپ کی شریعت کو کوئی منسوخ کرنے والا نہ ہوگا۔ بلکہ آپ کی شریعت قیامت  
تک باقی رہے گی۔ اور عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام جو نزول فرمائیں گے۔ تو آپ ہی کی شریعت پر عمل کریں  
گے۔ اور آپ کی امت کی حیثیت سے رہیں گے۔

اور جو کچھ بھی انہوں نے آخرت کے حالات کے متعلق خبریں دی ہیں۔ وہ سب صمیم ہیں۔ عذاب قبر اور اسکی  
تنگی اور قبر میں منکرو نکیر کے سوال اور دنیا کا فنا ہونا اور آسمانوں کا پھٹنا اور ستاروں کا گرنا اور زمین اور پہاڑوں کا  
اٹھایا جانا اور ان کا ٹکڑے ٹکڑے ہونا اور حشر و نشر اور روح کا جسم میں واپس آنا اور قیامت کا زلزلہ اور قیامت  
کی ہولناکیاں اور اعمال کا معامبہ اور کئے ہوئے اعمال کے متعلق اعطاء کی شہادت اور نیکیوں اور برائیوں کے اعمال  
کا دائیں اور بائیں اٹھنا اور ترازو کا رکھا جانا کہ اس پر نیکیوں اور برائیوں کا وزن کریں۔ اور نیکی اور بدی کی کمی و زیادتی  
معلوم کریں۔ اگر نیکیوں کا پتہ بوجھل ہوگا۔ تو یہ نجات کی علامت ہے۔ اور اگر ہلکا ہوگا۔ تو یہ خسارے کا نشان ہے۔ اسی  
ترازو کا ہلکا اور بوجھل ہونا دنیا کے ترازو کے برعکس ہے۔ وہاں جو بڑا اور چھوٹا جائے گا۔ وہ بوجھل ہوگا۔ اور جو نیچے رہے گا  
وہ ہلکا ہوگا۔

اور انبیاء و صلحاء علیہم الصلوٰۃ والسلامات کی شفاعت باذن اللہ قیامت کے روز مومنوں کے لئے نجات  
ہے۔ پہلے نبیوں کی اور پھر صلحاء کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ میری شفاعت میری امت  
میں سے اہل کبار کے لئے ہے۔

اور پہلے قرطوب کو دوزخ کی بہشت پر رکھیں گے۔ اور مومن اس سے گدگد کر بہشت میں چلے جائیں گے۔ اور کافر



کے پاؤں لٹکھراجائیں گے۔ اور دوزخ میں گر پڑیں گے۔ یہ حق اور ثابت ہے۔ اور بہشت جو کہ مومنوں کی نعمتوں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ اور دوزخ جو کافروں کو سزا دینے کے لئے بنائی گئی ہے۔ دونوں مخلوق ہیں۔ اور ہمیشہ ہمیشہ تک باقی رہیں گی۔ اور کبھی فنا نہ ہوں گی۔

اور حساب و کتاب کے بعد مومن جب بہشت میں چلے جائیں گے۔ تو وہ ہمیشہ بہشت ہی میں رہیں گے۔ اور اس سے کبھی باہر نہ آئیں گے۔ اور اسی طرح کافر جب دوزخ میں چلے جائیں گے۔ تو وہ دوزخ ہی میں رہیں گے۔ ان کو ہمیشہ ہمیشہ تک سزا ملتی رہے گی۔ ان کی سزائیں تخفیف جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اُن سے کبھی عذاب ہلکا نہ کیا جائے گا۔ اور نہ ہی وہ مہلت دیے جائیں گے۔ اور جس کے دل میں فرہ بھر بھی ایمان ہو گا۔ وہ اگر اپنے گناہوں کی زیادتی کے سبب دوزخ میں چلا بھی جائے گا تو اپنے گناہوں کے اندازہ کے مطابق اسے سزا ملے گی اور بالآخر اسے دوزخ سے نکال لیں گے۔ اور اس کے چہرے کو ایمان کی عزت کی وجہ سے سیاہ بھی نہ کریں گے۔ جیسا کہ کفار کے چہروں کو سیاہ کیا جائے گا۔ اور کافروں کی طرح انہیں طوق اور زنجیریں بھی نہیں پہنائی جائیں گی۔ اور فرشتے خداوند تعالیٰ کے حکم پر بندے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی ان کے حق میں جائز نہیں ہے۔ جو حکم دیا جاتا ہے۔ اس کی تعمیل کرتے ہیں۔ وہ عزت اور مروہ ہونے سے پاک ہیں۔ اور ان میں تو اود و تناسل بھی نہیں ہے۔ ان میں سے بدن کو خدا تعالیٰ نے بیضا مبرہی کے لئے انتخاب کیا ہے۔ اور تبلیغ وحی سے مشرف کیا ہے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی کتابوں اور صحیفوں کے پہنچانے والے ہیں۔ جو کہ خطا اور غلطی سے محفوظ اور دشمن کے مکر اور تدبیر سے مصوم ہیں۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ پیغام دیے ہیں۔ سب سچے اور درست ہے۔ اس میں شک و شبہ اور اشتباہ کا شائبہ نہ ہوگا۔ اور یہ بزرگوار اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال سے ڈرتے رہتے ہیں۔ اور ادا امر کی تعمیل کے لوازم کا اور کوئی کام نہیں ہے۔

ایمان دل کی تصدیق اور زبان کے اقرار کا نام ہے۔ کہ جو کچھ تواتر اور یقین سے ہم تک پہنچا ہے۔ خواہ اجمالاً خواہ تفصیلاً اس کو پس لیا جائے۔ اور اس کا اقرار کیا جائے۔ اور اعتقاد کے اعمال نفس ایمان سے خارج ہیں۔ ہاں وہ ایمان میں کمال بخشتے ہیں۔ اور عین پیدا کرتے ہیں۔

امام اعظم کو فی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے۔ کہ ایمان کی بیتی کو قبول نہیں کرتا۔ کیونکہ دل کی تصدیق نفس یقین سے ممتاز ہے۔ کہ اس میں زیادتی اور نقصان کی گنجائش نہیں ہے۔ اور جو فرق کو قبول کرے۔ وہ ظن اور وہم کے دائرہ میں داخل ہے۔ ایمان میں کمال اور نقص طاعت و حسنات کے اعتبار سے ہے۔ جتنی طاعت زیادہ ہوگی۔ اتنا ہی ایمان کا کمال



زیادہ ہوگا۔ پس عام مومنوں کا ایمان انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے ایمان کی مثل نہیں ہوتا۔ کیونکہ ان کا ایمان طاعت کے ہونے کی وجہ سے اس کمال کی چوٹی تک پہنچا ہوا ہے۔ کہ عام مومنوں کا ایمان اس کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتا اگرچہ دونوں نفس ایمان میں شرکت رکھتے ہیں۔ لیکن ان کے ایمان نے طاعت نبھانے کی وجہ سے ایک دوسری حقیقت پیدا کر لی ہے گویا وہ مومن کا ایمان اس ایمان کا فرق ہے۔ اور وہ یہ کہ مومن سے دوسرا مومن کثرت مفقود ہے۔

وام انسان اگرچہ نفسِ انسانی میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ شریک ہیں۔ لیکن دوسرے کلمات نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بہت بلند درجہ تک پہنچا دیا ہے۔ اور ان کی حقیقت ہی اور پوچھی ہے۔ کہ وہ حقیقت و مشر سے بلند اور برتر ہیں۔ بلکہ وہی انسان ہیں۔ اور عوام انسانوں میں ان کا علم رکھتے ہیں۔ امام اعظم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔  
(میں یقینی طور پر مومن ہوں) اور امام شافعی فرماتے ہیں۔ میں انشاء اللہ مومن ہوں۔ ہر ایک کی ایک توجیہ ہے  
حالیہ ایمان کے لحاظ سے تو کہا جاسکتا ہے۔ میں پکا مومن ہوں اور خالق اور انجام کے لحاظ سے کہا جاسکتا ہے  
کہ میں انشاء اللہ مومن ہوں۔ لیکن یہ قول جس توجیہ سے بھی کہا جائے۔ یہ صورت انشاء اللہ کہنے سے پرہیز کرنا بہتر ہے۔  
گناہوں کے ارتکاب سے اگرچہ وہ کبیرے گناہوں۔ کوئی مومن ایمان سے خارج نہیں ہو جاتا۔ اور کفر کے

صلوہ حضرت بنی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منہ بشر شکم کی رٹ لگانے والے حضرت غلط فہمی پیدا کرنے کے لئے حضرت امام باقی قدس سرہ کے دفتر ازل مکتوب نمبر ۲۶۶ کی مندرجہ ذیل عبارت تو پر پڑھتے اور پیش کرتے ہیں۔

فہمینی کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام باقاعدہ نفس الانیت برابر اندوز تحقیقت و ذات متقدّم  
لیکن افسوس کہ دوسرے آدم کے اس عیارت پر غور نہیں کرتے عوام انسان بہ چند انبیاء علیہم الصلوٰۃ  
والسلام نفس الانیت شریک اند۔ ان کمالات دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بتدریج علیہ رسائیدہ  
است و حقیقت دیگر ثابت کردہ گویا از حقیقت مشترکہ عالی و برتر اند بلکہ انسان ایشانند

یعنی اگرچہ عوام انسان انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے ساتھ نفسانیت میں شریک ہیں۔ لیکن دوسرے کمال  
 انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کو درجات علیکم پہنچایا ہے۔ ان کے لئے دوسری حقیقت ثابت کر دی ہے۔ گویا یہ حضرت  
 انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام حقیقت مشرکہ انسانی سے بلند و برتر ہیں۔ بلکہ انسان ہی صرف یہی ہیں۔

اس عبارت میں حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ کہ خصوصی کمالات کی بنا پر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام حقیقت علم کی حقیقت سے الگ ہے۔

یہ تو عام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے متعلق فرمایا ہے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے تو ماہرہٴ نفیس سرہ فرماتے ہیں کہ آپ کی حقیقت اور ہے آپ اللہ تعالیٰ کے لئے اور سے پیدا ہوئے ہیں۔ اللہ آپ اس امکان سے پیدا نہیں



دارہ میں داخل نہیں ہوتا۔ منقول ہے کہ ایک دن امام اعظم علاء کبیر کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص نے اکر پوچھا کہ ایسے مومن فاسق کے حق میں کیا کہتے ہو۔ جو اپنے باپ کو ناحق قتل کرے۔ اور اس کے سر کو تن سے جدا کرے۔ اور اس کے سر کی کھوپڑی میں شراب ڈال کر پیئے۔ اور شراب پینے کے بعد اپنی ماں سے زنا کرے۔ آیا یہ مومن ہے۔ یا کافر سب علماء نے اس کے حق میں غلط کیا۔ اور معاملہ دور دراز تک چنچا دیا۔ امام اعظم نے اس آئندہ میں فرمایا کہ وہ مومن ہے۔ اور ان کبار کی وجہ سے ایمان سے باہر نہیں ہوا ہے۔ امام کا یہ قول علماء پر گراں گذرا اور طعن و تشنیع میں ان کی زبان دھار ہو گئی۔ بلاخرچہ کہ امام کی بات برحق تھی۔ سب نے اس کو قبول کیا۔ اور اعتراف فرمایا۔

پورے جس سے باقی تمام موقوفات بنی تھے۔ مکتوب شریف کے ہر سرفتہ میں سے ایک ہی لفظ ۱۱۱ بتایا جائے جو صراحت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق ہو۔ کہ آپ بھی نفس انسانیت میں عادت ان اس کے ساتھ برابر اور متحد ہیں۔ اس کے برعکس ہم مکتوبات شریف سے متعدد ایسی عبارات دیکھتے ہیں۔ جن میں صراحت مذکور ہے۔ کہ آپ کی حقیقت عام انسانوں کی حقیقت سے بالکل الگ ہے۔

اسی بات کو خود نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی فرمایا ہے۔

- (۱) صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۱۷۷ مطبوعہ مصری میں وارد ہے۔ است کا مد مکرم کہ میں تمہارے کسی آدمی کی مانند نہیں ہوں۔ اس حدیث کے تحت علامہ علی حارمی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ اسی لفظی الذات و لسانی الذات یعنی نہ ذات میں۔ نہ صفات میں۔
  - (۲) صحیح بخاری جلد اول مطبوعہ مصر صفحہ ۱۷۷ مطبوعہ ۲ میں ہے۔ انی است مشکلم بیشک میں تمہاری مثل نہیں ہوں۔
  - (۳) صحیح بخاری جلد اول مطبوعہ مصر صفحہ ۱۷۷ مطبوعہ ۲ میں ہے۔ انی است کینکم میں تمہاری ہیئت اور شکل پر نہیں ہوں۔
  - (۴) صحیح بخاری جلد اول صفحہ مذکور پر ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام کو وصال کے روزوں سے منع کرتے ہوئے فرمایا۔ انی است کینکم میں تمہاری شکل و ہیئت کی طرح نہیں ہوں۔
  - (۵) صحیح بخاری جلد اول صفحہ مذکور مطبوعہ مصر پر ہے۔ کہ حضور نے روزہ وصال سے منع فرمایا۔ صحابہ کرام نے عرض کی۔ آپ تو روزہ وصال رکھتے ہیں۔ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا۔ ایلکم مثلی۔ تم میں میری مثل کون ہو سکتا ہے۔
  - (۶) امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیرہ دوم مطبوعہ مصر صفحہ ۴۰۴ میں فرماتے ہیں۔
- والعلم ان تمام الکلام فی ہذا الباب ان النفس القدسیہ النبویہ حقاقتہا ما یمیتہا۔ سائر الناس فانفس یعنی نفس قدسیہ نبویہ کی حقیقت ماہیت باقی تمام نفوس کی ماہیت سے الگ اور مخالف ہے۔
- (۷) تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ ۹۶ مطبوعہ مصر سورہ کہف میں ہے۔
- (ماشیر بر صلوٰۃ اللہ)

اعراض سے گزشتہ فتویٰ جو اس نفس ان طلقہ مختلفہ بالماہیتہ یعنی جو اس نفس مختلف الماہیہ ہیں۔

(۸) تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ ۲۳۹ ۲۴۰ مطبوعہ مصر میں ہے۔

ذکر العیسیٰ فی کتاب التنبہ لہ ان الابدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لا بد وان یکون مضافین لغیرہم فی القوی البسمانیہ والقوی الزمخانیہ

(۹) علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ مواہب لدنیہ جلد اول صفحہ ۱۱۱ جلد ثانی میں فرماتے ہیں۔ اعلم ان من تمام الایمان برحمتی

تعالیٰ علیہ وسلم الایمان بان اللہ تعالیٰ جعل بدنہ الشریف علی وجہ لم یظہر قبلہ ولا بعدہ خلق ادم مثلاً۔ یعنی اس بات کو کہ جس میں رکھو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کمال ایمان یہ ہے۔ کہ بندہ اللہ تعالیٰ پر نہ لائے۔ کہ اس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بدن شریف کو ایسا پیدا فرمایا۔ جس کی مثل نہ کوئی آپ سے پہلے پیدا ہوا۔ اور نہ آپ کے بعد پیدا ہوگا۔

(۱۰) حضرت امام ربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دفتر سوم مکتوب نمبر ۱۰ مطبوعہ عوام شریفہ میں فرماتے ہیں۔

باید دانست کہ خلق محمدی در رنگ سائر افراد انسانی نیست بلکہ خلق بیعی فرد ہے۔ از افراد عالم مناسبت نہ کہ کہ او علی اللہ علیہ وسلم باوجود نشا و عشری (انور حق جل و علا خلق کثرت است۔ کہ اقل علیہ و علی علیہ الصلوٰۃ والسلام خلقت من نور اللہ و دیگران را این دولت میرفتہ است۔

جاننا چاہیے۔ کہ حضور علیہ السلام کی خلق پیدائش دوسرے افراد انسان کی پیدائش کی طرح نہیں ہے۔ بلکہ افراد عالم میں سے

کسی بھی فرد کے ساتھ آپ کی پیدائش کوئی مناسبت نہیں رکھتی۔ کیونکہ آپ نشا و عشری کے باوجود حق جل و علا کے نور سے پیدا ہوئے ہیں۔ جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود فرمایا۔ میں اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا کیا گیا ہوں۔ اور دوسرے کسی کو بھی یہ دولت شرف نہیں ہوئی ہے۔ اسی مکتوب میں ان مذکورہ سطحوں کے بعد پورا مضمون مطالعہ کے لائق ہے۔

مختصر یہ کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ نفس انسانیت میں عوام انسانوں کے ساتھ برابر و متہد ہیں۔ حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے موقف و مسلک کے خلاف ہے۔ احادیث صحیحہ اور مستند مفسرین کے اقوال بھی اس عقیدے کے بیان میں صریح ہیں۔ اللہ تعالیٰ بدعتیہ کی سے بچائے۔ اور ادب و احترام کی توفیق عطا کرے۔

محمد سعید احمد غفرلہ



اگر گناہگار مومن سکرات موت سے پہلے توبہ کی توفیق پائے۔ تو نجات کی بہت بڑی امید ہے۔ کہ توبہ قبول کر سنے کا وعدہ ہے۔ اور اگر توبہ و نجات سے مشرف نہ ہو تو اس کا معاملہ خدا تعالیٰ کے سپرد ہے۔ اگر چاہے تو اس کو معاف کر دے اور جنت میں بھیج دے۔ اور اگر چاہے۔ تو گناہ کے مطابق سزا دے۔ آگ سے یا بغیر آگ کے لیکن آخر کار اس کی نجات ہے۔ اور اس کا انجام بہشت ہے۔ کیونکہ آخرت میں خدا تعالیٰ کی رحمت سے محدودی کافروں کے ساتھ خاص ہے۔ اور جس میں ایمان کا ایک ذرہ بھی ہوگا۔ وہ رحمت کا امیدوار ہے۔ اگر اپنے گناہوں کی وجہ سے ابتدا میں خدا کی رحمت تک پہنچا تو آخر میں اسکو اللہ تعالیٰ کی عنایت سے میر ہو جائے گی۔ آئے ہمارے رب ہمارے دلوں کو ہدایت کے بعد نیز معاذ کر۔ اور ہمیں اپنی جناب سے رحمت عطا فرما۔ یقیناً توبہی عنایت کرنے والا ہے۔

امامت اور خلافت کی بحث اگرچہ اہل سنت شکوۃ اللہ علیہم کے نزدیک اصول دین سے نہیں ہے۔ اور یہ عقیدے سے تعلق نہیں رکھتی۔ لیکن چونکہ شیعہ اس باب میں غلو کرتے ہیں اور افراط و تفریط کرتے ہیں۔ تو اس ضرورت کی بنا پر علماء اہل حق رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس بحث کو علم کلام سے ملحق کر دیا ہے۔ اور حقیقت حال سے آگاہ کر دیا ہے۔ حضرت خاتم الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امام برحق ابوخلیفہ مطلق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ اور ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور ان کے بعد حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور ان کے بعد حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور ان کی فضیلت ان کی خلافت کی ترتیب کے مطابق ہے۔

حضرات شیخین کی فضیلت اجماع صحابہ و تابعین سے ثابت ہے جیسا کہ اسکو اکابر ائمہ نے نقل کیا ہے۔ کہ ان میں سے ایک امام شافعی ہیں شیخ ابو الحسن اشعری جو کہ اہل سنت کے سردار ہیں۔ فرماتے ہیں کہ باقی امت پر شیخین کی فضیلت یقینی ہے۔ دوسرے صحابہ پر شیخین کی فضیلت کا انکار کوئی جاہل یا متعصب ہی کرے گا۔ حضرت امیر کرم و جہ فرماتے ہیں۔ جو آدمی مجھے حضرت ابو بکر اور عمر پر فضیلت دیتا ہے۔ وہ مضر ہے۔ میں اسے جہمت لگانے والے کی طرح کوڑے لگاؤں گا۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اپنی کتاب غنیہ میں فرماتے ہیں۔ اور ایک حدیث نقل کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ جب مجھے معراج ہوا تو میں نے خدا تعالیٰ سے دعا کی۔ کہ میرے بعد خلیفہ حضرت علی ہوں تو فرشتوں نے کہا کہ اے محمد جو کچھ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ وہ ہوتا ہے۔ آپ کے بعد خلیفہ حضرت ابو بکر ہیں اور شیخ نے یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا ہے۔ کہ میرے بعد خلیفہ صلی اللہ علیہ وسلم دین سے اس وقت تک رخصت نہیں ہوتے جب تک کہ انہوں نے مجھ سے عہد نہ لے لیا۔ کہ میری وفات کے بعد خلیفہ حضرت ابو بکر ہوں گے اور ان کے بعد عمر اور ان کے بعد عثمان اور ان کے بعد تم خلیفہ ہو گے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

اور حضرت امام حسن حضرت امام حسین سے افضل ہیں۔ رضی اللہ عنہما اور علماء اہل سنت علم اور اجتہاد میں حضرت عائشہ کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما پر فضیلت دیتے ہیں۔ اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ غنیہ میں حضرت



عائشہ کو مطلقاً نفیست دیتے ہیں۔ اور اس فقیر کا عقیدہ یہ ہے۔ کہ حضرت عائشہ علم اور اجتہاد میں افضل ہیں۔ اور حضرت فاطمہ زہرا و تقویٰ اور دنیا سے بے رغبت ہونے میں بہتر ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ حضرت فاطمہ کو بہتوں کہتے ہیں جو کو دنیا سے منقطع ہونے میں مبالغہ کا میز ہے۔ اور حضرت عائشہ صحابہ کرام و رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عقائد ہی کا مرجع تھیں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ پر علم میں کوئی مشکل ایسی پیش نہ آئی۔ جس کا حل حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس نہ ہو۔

اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے درمیان جو جھگڑے اور جنگیں ہوئی ہیں۔ مثلاً جنگ جمل و جنگ صفین تو ان کو اچھے معانی پر محمول کرنا چاہیے۔ اور خواہشات اور تعصب سے دور رہنا چاہیے۔ کہ ان بزرگواروں کے نفوس پر خیر علیہ الصلوٰت والسلام کی صحبت میں خواہشات اور تعصب سے پاک ہو چکے تھے۔ اور حرص و کینہ سے بالکل صاف تھے۔ وہ اگر صلح کرتے تھے۔ تو حق کے لئے اور اگر جھگڑا کرتے تھے۔ تو وہ بھی حق کے لئے ہرگز وہ اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کرتا تھا۔ اور خواہشات اور تعصب کے شائبہ سے پاک ہو کر مخالفت کی مداخلت کرتا تھا پھر جس کا اجتہاد درست ہوا۔ اسے دور رہے اور ایک قول کے مطابق دس درجے کا ثواب ملتا ہے۔ اور جس کا اجتہاد درست نہ ہوا اسے بھی ایک درجہ ثواب مل گیا پس خطا کرنے والا بھی درست اجتہاد کرنے والے کی طرح ملامت کا مستحق نہیں ہے۔ وہ بھی درجات ثواب میں سے ایک درجہ کی امید رکھتا ہے۔

علماء نے کہا ہے۔ کہ ان جنگوں میں۔ حق حضرت امیر کی طرف تھا۔ کرم اللہ وجہہ اور مخالفوں کا اجتہاد درست نہیں تھا۔ لیکن اس کے باوجود وہ طعن کرنے کے مستحق نہیں ہیں۔ اور ملامت کی گنجائش نہیں رکھتے۔ چہ جائیکہ ان کو کافریا فاسق کہا جائے۔ حضرت امیر کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے۔ کہ تمہارے بھائی ہم پر باغی ہوئے ہیں۔ وہ نہ کافر ہیں۔ نہ فاسق کیونکہ ان کے پاس تائید ہے جو کفر اور فاسق سے روکتی ہے۔ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جو اختلاف میرے صحابہ میں ہوں۔ ان میں زبان کشائی سے بچنا۔ پس پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کو بزرگ سمجھنا چاہیے۔ اور سب کو بیکے سے یاد کرنا چاہیے۔ اور ان میں سے کسی بزرگ کے حق میں برا نہ سونا چاہیے۔ اور نہ ہی بدگمانی کرنی چاہیے اور ان کے جھگڑوں کو دوسروں کی مصالحت سے بہتر سمجھنا چاہیے۔ نجات اور خلاصی کا صرف یہی طریقہ ہے۔

کیونکہ صحابہ کرام کی دوستی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی دوستی کو دہرے سے ہے۔ اور ان سے دشمنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی تک لے جاتی ہے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں۔ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی عزت نہ کی۔ اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جی کوئی ایمان نہیں ہے۔

اور قیامت کی علامتیں جن کی خبر معبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔ وہ سب برحق ہیں۔ ان میں خلافت ہونے کا کوئی احتمال نہیں ہے۔ مثلاً خلافت عادت سورج کا مغرب کی طرف سے طلوع ہونا۔ اور حضرت مہدی علیہ



الرضوان کا ظہور اور حضرت روح اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا نزول اور دجال کا لکھنا۔ اور یا جوح ماجوح کا ظاہر ہونا۔ اور دابة الارض کا لکھنا اور ایک دھوئیں کا آسمان سے پیدا ہونا جو تمام لوگوں کو گھیرے گا۔ اور صفحہ عذاب میں مبتلا کر دے گا۔ آدمی بے قراری میں کہیں گے۔ اے ہمارے پروردگار ہم کو اس عذاب سے بچائے ہم ایمان لاتے ہیں۔ اور آخری علامت آگ ہے جو عدن سے اُٹھے گی۔

اور ایک جماعت نے اپنی بے وقوفی سے ایک ایسے آدمی کو مہدی موعود تسلیم کر لیا ہے۔ جس نے ہندوستان میں اپنے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا۔ پس ان کے خیال کے مطابق تو مہدی ہو چکا۔ اور فوت ہو گیا۔ اور کہتے ہیں کہ اسکی قبرزدہ ہیں ہے۔ اور صحاح کی احادیث میں جو شہرت کی حد بلکہ معنی تو اتر کی حد تک پہنچ چکی ہیں۔ ان کی تکذیب موجود ہے۔ اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امام مہدی کی علامات بیان کر دی ہیں۔ اور اس شخص میں جسکو انہوں نے مہدی سمجھ رکھا ہے۔ یہ علامات مفقود ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں آیا ہے کہ مہدی موعود ظاہر ہوں گے۔ اور ان کے سر پر بادل کا ایک ٹکڑا ہوگا۔ اور اس بادل میں ایک فرشتہ ہوگا۔ جو آواز دے گا۔ کہ یہ شخص مہدی ہے۔ اس کی پیروی کرو۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ چار آدمی تمام زمین کے مالک ہوں گے۔ ان میں سے دو مومن ہیں۔ اور دو کافر مومنوں میں سے ذوالقرنین اور سلیمان۔ اور کافروں میں نمرود اور یحییٰ نصر اور پانچواں آدمی جو تمام زمین کا مالک ہوگا۔ وہ میرے اہل بیت میں سے ہوگا۔ یعنی مہدی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے اس وقت تک دنیا ختم نہ ہوگی۔ جب تک کہ خدا تعالیٰ میرے اہل بیت میں سے ایک ایسا آدمی پیدا نہ کرے۔ جس کا نام میرے نام جیسا اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام جیسا ہوگا۔ اور زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ جیسا کہ وہ پہلے ظلم اور جفا سے بھری ہوگی۔ اور حدیث میں آیا ہے کہ اصحاب کہف حضرت مہدی کے مددگار ہوں گے۔ اور حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے زمانہ میں نزول فرمائیں گے۔ اور وہ دجال کے ساتھ جنگ کرنے میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ساتھ دیں گے۔ اور ان کی سلطنت کے ظہور کے زمانہ میں چودہ رمضان شریف کو سورج گرہن ہوگا۔ اور اس مہینہ کی ابتداء میں چاند گرہن ہوگا۔ اور یہ منجموں کے حساب اور زمانہ کی عادت کے برخلاف ہوگا۔

انصاف کی نگاہ سے دیکھنا چاہیے۔ کہ یہ علامات اس مرنے والے (سید محمد جو پوری) شخص میں موجود ہیں یا نہیں اور ان کے علاوہ اور بھی بہت سی علامات ہیں جو منجر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمائی ہیں۔ شیخ ابن حجر کی نے



مہدی موعود کی علامات میں ایک رسالہ لکھا ہے۔ جن کی تعداد دو سو تک پہنچ جاتی ہے۔ نہایت ہی جہالت ہے کہ مہدی موعود کا معاملہ اتنا واضح ہونے کے باوجود ایک جماعت گمراہی میں پڑ گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ انکو سیدھے راستے کی راہنمائی فرمائے۔

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ بنی اسرائیل الکہنہ فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے۔ ان میں صرف ایک فرقہ جنتی ہے۔ باقی سب دوزخی ہیں۔ اہر قریب ہے۔ کہ میری امت انکہن فرقوں میں تقسیم ہو جائے۔ وہ سب دوزخی ہوں گے۔ صرف ایک فرقہ جنتی ہوگا۔ صحابہ نے پوچھا۔ کہ وہ بخت پانے والا فرقہ کون سے لوگ ہوں گے۔ تو اس حضرت نے فرمایا۔ یہ وہ لوگ ہیں۔ جن کا طریقہ وہی ہوگا۔ جو نیر اور میرے صحابہ کا طریقہ ہے۔ علی اکرم الصلوٰۃ والسلام اور وہ بخت پانے والا ایک فرقہ اہل سنت و جماعت ہیں۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑے چکے ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی کی پیروی کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں اہل سنت و جماعت کے عقیدہ پر نشا قدم رکھ۔ اور انہیں کی جماعت میں ہماری موت ہو۔ اور انہیں میں ہم کو اٹھا۔ اے ہمارے پروردگار ہمارے دلوں کو ہدایت دینے کے بعد ٹیڑھا نہ کر دے۔ اور اپنی جناب سے رحمت عنایت فرما یقیناً تو ہی عنایت کرنے والا ہے۔

عقیدے کی تصریح کے بعد شریعت کے و امرو کی تعمیل اور نواہی سے اجتناب بھی نہایت ضروری ہے۔ اس سے چارہ نہیں ہے۔ پنج وقت بغیر سستی کے تعدیل ارکان کے ساتھ باجماعت نماز ادا کرنا چاہیے۔ کیونکہ کفر اور اسلام میں فرق کرنے والی یہی نماز ہے۔ اور جب مستون طریقہ پر نماز کی ادائیگی میسر ہو گئی۔ تو سمجھو کہ اسلام کی مطلوبہ رسی ہاتھ میں آگئی۔ کیونکہ اسلام کے پنجگانہ ارکان میں سے نماز دوسرا رکن ہے۔ اور پہلا رکن اللہ جل شانہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا ہے۔ اور دوسرا رکن نماز ہے۔ اور تیسرا رکن زکوٰۃ ادا کرنا ہے۔ اور چوتھا رکن رمضان شریف کے روزے ہیں۔ اور پانچواں رکن بیت اللہ شریف کا حج ہے۔

پہلا اصل ایمان سے تعلق رکھتا ہے۔ اور باقی چار اصول اعمال سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور ان میں جامع ترین اور بہترین عبادت نماز ہے۔ قیامت کے روز حساب کتاب کی ابتدا اسی نماز سے ہوگی۔ اگر نماز درست ہوئی۔ تو خدا تعالیٰ کی مہربانی سے باقی حساب آسانی سے ہو جائے گا۔

اور جہاں تک ہو سکے۔ شرعی منوعات سے پرہیز کرنا چاہیے۔ اور خدا تعالیٰ کی ناپسندیدہ چیزوں کو سم قائل سمجھنا چاہیے۔ اور اپنی کوتاہیوں کے مواد کو نظر میں رکھنا چاہیے۔ اور ان کے ارتکاب سے مشرمندہ و منفعل ہونا چاہیے۔

اسلامیہ حدیث ترمذی مسند احمد اور ابوداؤد میں بروایت کثیرہ عبد اللہ اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما



اور ندامت و حسرت و افسوس کرنا چاہیے کہ بندگی کا طریقہ یہی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے۔ اور جو آدمی خدا تعالیٰ کی ناپسندیدہ چیزوں کا بے تامل و نگاہ کرے۔ اور اپنی اس بد اعمالی سے شرمندہ بھی نہ ہو تو ایسا آدمی مشکبہ اور سرکش ہے اس کا یہ امر اور سرکش قریب ہے۔ کہ اسے اسلام کے دائرہ سے باہر لے جائے۔ اور دشمنوں کے دائرہ میں داخل کر دے۔ اسے ہمارے رب ہمیں اپنی جناب سے نہایت عنایت فرما۔ اور ہمارے کام میں بھلائی پیدا کر دے۔

ایک ایسی دولت جس سے حق سبحانہ و تعالیٰ نے آپ کو متاثر فرمایا ہے۔ اور آدمی اس دولت سے بے خبر ہیں بلکہ ہو سکتا ہے۔ کہ آپ کو بھی وہ دولت معلوم نہ ہو۔ وہ دولت یہ ہے۔ کہ وقت کا بادشاہ جو کہ ساتھ پشت سے مسلمان چلا آ رہا ہے۔ اور اہل سنت سے ہے۔ اور حنفی نہ ہے۔ یہ رکھنا۔ اگرچہ کچھ سال ہوئے ہیں۔ کہ ایسے وقت میں کچھ قریب قیاد کا وقت ہے۔ اور عہد نبوت سے دور کا زمانہ ہے۔ بعضے طالب علم طبع کی خواست سے جو کہ حجت باطن سے پیدا ہوتا ہے۔ بادشاہوں کے امرا کا تقرب حاصل کرتے ہیں۔ اور ان کی خوشامد کرتے ہیں۔ اور دین تین میں شکوک و شبہات پیدا کرتے ہیں۔ اور سادہ لوح لوگوں کو یہی راہ سے بھٹا دیتے ہیں۔ ایسا عظیم الشان بادشاہ جب کہ آپ کی بات کو اچھی طرح سنتا ہے۔ اور اسے قبول بھی کرتا ہے۔ تو یہ کتنی بڑی دولت ہے۔ کہ اس کے کانوں میں صراحتاً یا اشارتاً آپ کا حق یعنی اسلام کا کلام جو کہ اہل سنت و جماعت شکر اللہ تعالیٰ معہم کے عقیدہ کے موافق ہو ڈالتے ہیں اور عقلی بھی آپ گنجائش پائیں۔ اہل حق کی بات بادشاہ کے سامنے پیش کریں۔ بلکہ ہمیشہ اس جستجو میں رہیں۔ کہ کوئی موقعہ ایسا پیدا ہو کہ مذہب و ملت کی بات چل سکے۔ تاکہ اسلام کی حقانیت کا اظہار ہو سکے۔ اور افراد کا فخری کی برائی اور بطلان ظاہر کیا جاسکے۔

کفر خود ظاہر بطلان چیز ہے۔ کوئی عقائد آدمی اسکو پسند نہیں کرتا۔ اور اس کے بطلان کو بے تحاشا ظاہر کرنا چاہیے۔ اور ان کے معبودان باطل کی بے توقف نفی کرنا چاہیے۔ سچا خدا جل شانہ بے شک و شبہ آسمانوں کا پیدا کرنے والا ہے۔ کبھی آپ نے یہ سنا ہے۔ کہ ان کے باطل معبودوں نے ایک مچھر پیدا کیا ہو۔ اگرچہ وہ سب جمع ہو جائیں۔ اور اگر کوئی پھر ان کو کاٹ جائے۔ یا تکلیف پہنچائے۔ تو ان کی حفاظت بھی نہیں کر سکتے۔ چہ جائیکہ وہ دوسروں کی حفاظت کریں۔ کافر لوگ اس امر کی برائی کو محسوس کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ یہ معبود خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں ہمارے سفارشی ہیں۔ اور ہمیں خدا تعالیٰ کے نزدیک کر دیتے ہیں۔ یہ بے وقوف لوگ ہیں۔ انہوں نے کہاں سے سمجھ رکھا ہے۔ کہ یہ بے جا بت شفاعت کی مجال رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان شہسکوں کی سفارش کو جو کہ حقیقت میں اس کے دشمن ہیں۔ دشمنوں کے بندوں کے حق میں قبول کر لیں گے۔

اس کی مثال تو ایسی ہے۔ کہ کچھ باغی لوگ بادشاہ کے برخلاف بغاوت کریں۔ اور یہ قوفوں کی ایک جماعت اس خیال سے ان باغیوں کی امداد کرنے لگے۔ کہ مشکل کے وقت میں یہ باغی بادشاہ کے پاس ہماری سفارش کر دیں گے۔ اور ان کے وسیلہ سے ہم بادشاہ کا قرب حاصل کر سکیں گے۔ کتنے بڑے بے وقوف ہیں۔ کہ باغیوں کی خدمت کرتے



ہیں۔ اور باغیوں کی سفارش سے بادشاہ سے معافی چاہتے ہیں۔ اور اس کا لقب حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ یہ لوگ بادشاہ برحق کی خدمت کیوں نہیں کرتے۔ اور باغیوں کو شکست کیوں نہیں دیتے تاکہ اہل قرب۔ اور اہل حق سے سہو جائیں۔ اور امن و امان میں رہیں۔

یہ یقوت، لوگ ایک پتھر کو لیتے ہیں۔ اور اپنے ہاتھ سے اس کو تراشتے ہیں۔ اور کئی سال تک اس کی پرتش کرتے ہیں۔ اور اس سے امیدیں رکھتے ہیں۔ مختصر یہ کہ کافروں کا دین ظالم سلطان ہے۔ اور مسلمانوں میں سے جو بھی راہ حق اور سیدھی راہ سے دور چلا گیا ہے۔ وہ خواہش کا بندہ اور بدعتی ہے۔ اور وہ سیدھی راہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہ وسلم اجمعین کی راہ ہے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ اپنی کتاب فنیہ میں فرماتے ہیں کہ بدعتی لوگوں کے گردہ کو بھی اصول و معامات ہیں۔ یہ لوگ ہیں۔ خوارج۔ شیعہ۔ معتزلہ۔ مرجئیہ۔ مشبہ جہمیہ۔ ضرائجہ۔ بخاریہ۔ کلابیہ۔ لوگ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہ تھے۔ اور نہ ہی حضرت ابو بکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی خلافت کے زمانہ میں تھے۔ ان جماعتوں کا اختلاف اور فرقہ بندی صحابہ و تابعین اور فقہائے سید رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی وفات کے بعد کئی سال بعد ہوا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو آدمی میرے بعد زندہ رہے گا۔ وہ بیتِ ماسا اختلاف دیکھے گا پس تم لوگ میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت کو اپنے دانتوں سے مضبوط پکڑ لو۔ اور دین میں شے پیدا ہونے والے امور سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے۔ اور جو کچھ میرے بعد دین میں نیا پیدا ہوگا۔ وہ مردود ہے۔

پس وہ مذہب جو آنحضرت اور خلفائے راشدین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کے زمانہ کے بعد پیدا ہو۔ وہ اعتبار کے لائق نہیں ہے۔ اور نہ ہی وہ توحید کے قابل ہے۔ اس دولتِ عظمیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ بعض اپنے فضل و کرم سے اس نے ہمیں فرقہ و تاجیہ میں داخل فرمایا ہے۔ کہ یہ لوگ اہل سنت و جماعت ہیں۔ اور اہل ہوا اور بدعتی فرقوں میں پیدا نہ کیا۔ اور ان کے فاسد اعتقادات میں بدلتا نہ کیا۔ اور اس جماعت سے نہ بنایا۔ جو بندہ کو اللہ تعالیٰ کی خاص صفات میں شریک ٹھہرتے ہیں۔ اور بندے کے افعال کا خالق بندہ کو سمجھتے ہیں۔ اور آخرت میں رویت خداوند کے منکر ہیں۔ جو کہ دینی و دنیاوی دولتوں کا سرمایہ ہے۔ اور واجبِ تعالیٰ سے صفاتِ کاملہ کی نفی کرتے ہیں۔

اور ان دو جماعتوں سے بھی نہ بنایا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کی توہین کرتے ہیں۔ اور اکابرِ نبوی سے بدگمانی رکھتے ہیں۔ اور ان کو آپس میں ایک دوسرے کا دشمن سمجھتے ہیں۔ اور ان پر بغض اور اندرونی کینہ کی قہمت لگاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان بزرگواروں کے حق میں درختِ بیتھوڑ (ایکس میں رگم دل ہیں) فرماتے ہیں اور یہ دونوں جماعتیں خدا تعالیٰ کے کلام کو بھٹلاتی ہیں۔ اور ان بزرگواروں میں کینہ و عداوت و بغض ثابت کرتے ہیں۔ اللہ



تعالے ان کو توفیق دے۔ اور انہیں سید عارفہ سے دکھائے۔

اور یہ اس کا احسان ہے۔ کہ ہمیں اس جماعت سے بھی رہنمایا۔ جو اللہ تعالیٰ کے لئے جہت اور مکان ثابت کرتے ہیں اور اسے جسم اور جسمانی سمجھتے ہیں۔ اور خداوند تعالیٰ میں حدود و احوال اور امکان کی علامت ثابت کرتے ہیں۔

اب ہم اصل بات پر آتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ آپ کو یہ تو معلوم ہے۔ کہ بادشاہ کی مثال روح کی طرح ہے اور باقی انسان جسم کی طرح ہیں۔ اگر روح درست ہے۔ تو تمام جسم درست ہے۔ اور اگر روح فاسد ہے۔ تو سارا بدن فاسد ہے۔ پس بادشاہ کی اصلاح کی کوشش کرنا تمام بنی آدم کی اصلاح میں کوشش کرنا ہے۔ اور اصلاح اسلام کے کلہ کے اظہار میں ہے۔ بہر صورت جس وقت بھی گنجائش ملے۔ اور کلمہ اسلام اہل سنت و جماعت کے عقیدہ کے مطابق کہنے کا موقع ملے۔ وقتاً فوقتاً بادشاہ کے کان میں ڈالتے رہیں۔ اور مخالفین کے مذہب کی تردید کریں۔ اگر یہ دولت میسر ہو جائے۔ تو نبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کی وراثت عظمیٰ باقی آجائے۔ آپ کو یہ دولت مہلت میں ملی ہوئی ہے۔ اس کی تعداد کو ہمیں۔ زیادہ مبالغہ نہ کیا جائے۔ اگرچہ اس جگہ جتنا بھی مبالغہ اور تاکید کی جائے۔ اچھی ہے۔ اور اللہ سبحانہ ہی توفیق دینے والا ہے۔

## مکتوب نمبر ۶۸

خواجہ شرف الدین حسین کی طرف صادر فرمایا۔

نورانی ستون اور مدار ستارہ جو کہ مشرق کی جانب سے طلوع ہوا تھا۔ اور علامات قیامت

اور اس کے تعلقات کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں۔ جس نے اس اسلام کی طرف ہماری راہنمائی کی۔ اور اگر ہمیں اللہ تعالیٰ راہنمائی نہ کرتا۔ تو ہم کبھی راہ نہ پا سکتے۔ ہمارے رب کے رسول علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات والبرکات حق لے کر آئے۔

فرزند عزیز نے جو گرامی نامہ مولانا ابو الحسن کے ہاتھ ارسال کیا تھا۔ انہوں نے بہت پیچیدہ بہت خوشی ہوئی۔ اس نورانی ستون کے متعلق جو کہ مشرق کی جانب ظاہر ہوا ہے۔ دوبارہ سوال کیا ہے۔ جانتا چاہیے۔ کہ حدیث میں کیا ہے

کہ جب عباسی بادشاہ جو کہ حضرت مہدی موعود علیہ الرضوان کے ظہور کے مقدمات میں سے ہوگا، ظراسان پہنچے گا تو مشرق کی جانب دو دواتوں والی ایک شاخ طلوع ہوگی۔ اور حاشیہ میں لکھا ہے۔ یعنی نورانی ستون کہ جس کے دوسرے ہوں گے۔ اور اس کا پہلا طلوع حضرت نوح علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی قوم کے ہلاک ہونے کے وقت ہوا تھا۔ پھر حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے زمانہ میں طلوع ہوا۔ جب کہ ان کو کافروں نے آگ میں پھینکا۔ پھر فرعون اور اس کی قوم کی عزت بانی کے وقت ظاہر ہوا۔ اور پھر جب حضرت یحییٰ علیہ السلام قتل ہوئے۔ اس وقت ظاہر ہوا۔ پس جب اس کو دیکھو تو خدا تعالیٰ کی بارگاہ سے اس روشنی کے شرعے پناہ مانگو۔ جو کہ مشرق کی طرف نمود ہوئی ہے۔ پہلے یہ ستون کی صورت میں روشن ہوئی۔ اس کے بعد مسمی ہو گئی۔ اور سینگ کی شکل و صورت کے مثل ہو گئی۔ اور دوسرے اس لحاظ سے فرمائے ہوں گے۔ کہ اس شاخ کے دونوں کنارے باریک دھنکے تھے۔ جو دواتوں سے مشابہت رکھتے تھے۔ پس دونوں اطراف کو دوسرا اعتبار کیا۔ جیسا کہ نیزہ کہ اس کی دونوں طرفیں باریک ہوتی ہیں۔ ان کو دوسرا کہتے ہیں۔

میرے بھائی شیخ محمد طاہر بدخشی جو نیر سے آئے ہیں کہتے ہیں کہ اس ستون کے بھی اوپر جا کر دوسرے تھے۔ اور دواتوں کی طرح جن میں کچھ فاصلہ ہو۔ انہوں نے چٹیل میدان میں اس کو صاف طور پر ایسا دیکھا ہوگا۔ اور کچھ اور لوگوں نے بھی ایسی ہی اطلاع دی ہے۔ یہ طلوع اس طلوع کے علاوہ ہے۔ جو حضرت مہدی کے آنے کے وقت ظاہر ہوگا کیونکہ مہدی علیہ الرضوان کی آمد صدی کے مشرق پدید ہوگی۔ اور اس وقت سو سے اٹھائیس برس اوپر ہو چکے ہیں۔ اور حدیث میں مہدی کے علامات میں یہ بھی آیا ہے کہ مشرق کی طرف سے ایک ستارہ طلوع ہوگا جس کی نورانی دم ہوگی۔ یہ ستارہ وہ ہے۔ یا مثل اس کی۔ اس ستارہ کو بھی دم دار ہونا چاہیئے جس کے لئے کہتے ہیں کہ فلاحہ یونان نے کہا ہے۔ ثوابت ستاروں کی سیر مغرب سے مشرق کی طرف ہے۔ پس یہ ستارہ بھی اپنی طبعی سیر میں مشرق کی جانب منہ رکھتا ہے۔ اور اس کی پشت مغرب کی طرف ہے۔ پس یہ سفیدی کی درازی اس کی پیش قدمی ہے جو دم کے مناسب ہے۔ اور وہ جو مشرق سے مغرب کی طرف ہر روز بلند ہوتا جاتا ہے۔ وہ اس کی غیر طبعی سیر ہے جو بلند اعظم کی سیر کے ساتھ وابستہ ہے۔ اور حقیقت حال اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے

مختصر یہ کہ حضرت مہدی کے ظہور کا وقت قریب ہے۔ آغاز صدی تک جو کہ ان کا ظہور کا وقت ہے۔ دیکھو کتنے مقدمات و بیلای ظہور میں آئے ہیں۔ حضرت مہدی علیہ الرضوان کے ظہور کے مقدمات و مبادی ہماری ہمارے پیغمبر علیہ و علی آکرم الصلوٰت والتسلیمات کے ارشادات کی طرح ہیں۔ جو کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے ظہور سے



پہلے ظاہر ہونے تھے۔ چنانچہ علمائے کبار نے کہا ہے کہ جب حضرت عبداللہ کے لفظ نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں آمنہ کے رحم میں قرار پکڑا تو تمام رونے والوں کے بت اندھے گر پڑے اور تمام شیطان اپنے کام سے رک گئے اور اہل بیت علیہ السلام کے تخت کو فرشتوں نے الٹ دیا۔ اور اسے سمنہ میں پھینک دیا۔ اور چالیس روز تک اسے سزا ملتی رہی۔ اور ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی رات میں کسری کا محل کانپ گیا۔ اور اس کے چودہ منگڑے گر پڑے۔ اور فارس کی وہ عظیم لگ جو برابر ایک ہزار سال سے روشن تھی۔ ایک ایک بجھ گئی۔

اور چونکہ حضرت مہدی بہت بزرگ آدمی ہوں گے۔ اور ان کے سبب سے اسلام اور مسلمانوں کو عظیم تقویت حاصل ہوگی۔ اور ان کی ولایت ظاہر و باطن میں عظیم تقویت رکھے گی۔ اور ان سے بہت سی کرامات اور خوارق ظاہر ہونگے اور ان کے زمانہ میں عجیب و غریب حالات ظہور پذیر ہوں گے۔ ہو سکتا ہے کہ ان کے وجود سے پہلے بھی کچھ چیزیں ارباب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح ظاہر ہوں۔ اور آپ نے ظہور کی تمہید نہیں۔ جیسا کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔ جان لینا چاہیے کہ حدیث میں آیا ہے کہ مہدی اس وقت تک ظاہر ہوں گے۔ جب تک کہ کفر غالب نہ آجائے۔ اور ہر مکار کافر اور کافری نہ ہونے لگے۔ پس اس وقت میں کفر اور کافری کے غلبہ اور اسلام اور مسلمانوں کی زبوں حالی کی توقع ہے۔ یہ وہ وقت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اہل اسلام کو مبارک باد دی ہے۔ اور شارت سنائی ہے۔ اور فرمایا ہے کہ قتل کے زمانہ میں عبادت کرنا میری طرف ہجرت کرنے کی طرح ہے۔

یہ تو آپ جانتے ہیں۔ کہ قتل و فساد کے غلبہ کے وقت اگر کچھ سپاہی عسکری سی بھی جرات فرمائیں تو ان کا اعتبار بہت زیادہ برسرِ جہاں ہے۔ اور پرسکون مملکت میں اگر ہزار ترو ترو بھی کریں۔ تو اس کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔ پس کام کرنے اور اسکے قبول ہونے کا یہی فتنوں کا وقت ہے۔ کلی طور پر اپنے آپ کو خداوند تعالیٰ کے پسندیدہ کاموں میں لگانے رکھیں۔ اور سنت سنہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی اتباع کے بغیر کسی چیز کو اختیار نہ کریں۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ مقبولین بارگاہ میں آپ کا مشر ہو۔ اصحاب کہف ایک ہجرت کے سبب جو فتنہ کے غلبہ کے وقت ان سے وجود میں آئی تھی۔ بہت بلند مقام پر پہنچ گئے۔ تم تو خود مہدی ہو۔ اور خیرالام میں داخل ہو۔ اپنا وقت لبو لعب میں ضائع نہ کرو۔ اور بچوں کی طرح اخروٹ اور منقے کر کے وقف نہ بنو۔

دوام ترند گنج مقصود نشاں  
گمانز سیدیم تو شاید برسی

۱۔ ان روایات کو امام جلال الدین سیوطی نے خصائص کبریٰ شریف میں ذکر کیا ہے۔ نیز ان کی تخریج اور ان کے اسناد بھی

بیان کئے ہیں۔ ۱۲۰

(باقی بر صفحہ آئندہ)

۱۔ مسلم شریف بروایت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ ۱۲۰



اور وہ نعرانی ستون جو کہ اس دہائے ستارہ سے پہلے ظاہر ہوا تھا۔ اس میں کوئی عظمت و کدورت معلوم نہیں ہوتی اور سوائے غیر دیرکت کے اور کچھ نظر نہیں آتا لیکن یہ مدارِ سرور و کدورت کا خزانہ رکھتا ہے نہیں بلکہ صرف اللہ تعالیٰ ہی نفع اور فائدہ ہے۔ کسی ستارہ میں بھی کسی آدمی کی موت یا کسی کی زندگی و ولایت نہیں کی گئی ہے۔ جو کچھ قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے۔ وہ افراط و تفریط سے تعلق رکھتی ہیں۔ وہ صرف تین چیزیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اور وہ جنگلوں اور سمندروں کے سطحوں سمندوں سے راہ پاتے ہیں (سورہ نمل) اور فرماتے ہیں۔ اور بے شک ہم نے ستاروں سے آسمان بنایا کو زینت دی۔ اور انہیں شیطانوں کے رجم کا سبب بنایا اور سورہ ملک، یعنی دوسری غرض آسمان دنیا کو ستاروں سے مزین کرنا ہے۔ اور تیسری غرض شیطانوں کا رجم ان سے وابستہ ہے۔ تاکہ وہ چھپ کر باتیں نہ سن سکیں۔ ان تین غرضوں کے علاوہ جو کچھ بھی لوگ کہتے ہیں۔ اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ وہ اہام اور خیالات ہیں داخل ہے۔ یقیناً ظن حق سے کچھ بھی کفایت نہیں کرتا بلکہ ہم کہتے ہیں۔ کہ بعض ظن گناہ ہیں۔

فرزندِ عزیز! دوبارہ لکھتا ہوں۔ کہ توبہ و انابت کا وقت ہے۔ اور دنیا سے علیحدگی اور انقطاع کا وقت ہے کہ ققنوں کے درود کا زمانہ ہے۔ اور نزدیک ہے کہ برسات کے موسم کی بارش کی طرح فتنے گریں۔ اور دنیا کو اپنی پلیٹ میں لے لیں۔ فجر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ قیامت سے پہلے سیدہ رات کے ٹکڑے کی طرح فتنے ہو گئے ان میں آدمی صبح کے وقت مومن ہو گا اور شام کو کافر اور شام کو مومن ہو گا۔ تو صبح کو کافر اس میں بیٹھ رہے والا کھڑے سے بہتر ہو گا۔ اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہو گا۔ ان کی تہیں

کاٹ ڈالتا۔ اور اپنی تلواروں کو پتھروں پر مار کر ناکارہ کر دیتا۔ اگر کوئی تم پر غلبے کے حکم کرے تو آدم کے دونوں بیٹوں میں سے بہتر بیٹے کی طرح ہوتا۔ اور ایک روایت میں ہے۔ کہ صحابہ نے پوچھا آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا۔ اپنے گھروں میں بیٹھے رہنا اور ایک روایت میں ہے۔ اپنے گھروں کی کوٹریں میں چلے جانا۔

ایک کو معلوم ہو چکا ہو گا۔ کہ انہیں دنوں میں دار الحرب کے کافروں نے غر کوٹ کے گرد و نواح میں مسلمانوں پر اور ان کے شہروں پر کیا کیا ظلم کئے ہیں۔ اور ان کی کتنی ہانت کی ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ان کو ذلیل کرے۔ آخری زمانہ کے قصاص کے مطابق اس طرح کے بدلوں کا کتنے ہی پھول کھلیں گے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہم کو بھی اور جنہیں بھی اور تمام مومنوں کو سید المرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات و علی آل کل و علی الملائکۃ المقربین کی متابعت پر شاہد قدم رکھے۔

سیدہ (حاشیہ صفحہ ۸۱) ہم نے مخفی مقصود کے خزانے کا پتہ دیدیا ہے۔ اگر ہم نہیں پہنچے کے تو شاید تو پہنچ جائے

سیدہ (حاشیہ صفحہ ۸۱) ابوداؤد و ترمذی ۱۲